حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کا ایک معرکۃ الآراء وعظ

تعلیم کی اہمیت

مرتب

محدثِ شہیر، عالم نبیل، حضرت مولانا نسیم احمد غازیؒ مظاہری نور اللہ مرقدہٗ

خلیفہ اجل حضرت فقیہ الاسلامؒ و سابق شیخ الحدیث جامع الہدیٰ، مراد آباد

مع جدید اضافہ **دینی تعلیم کی اہمیت**

پیشکش

محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

معتمد جامعہ عربیہ احسن العلوم، بڈھا کھیڑہ، کاتلہ، ضلع سہارنپور، یوپی انڈیا

شائع کردہ

دار المطالعہ

نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ، کاتلہ، ضلع سہارنپور، یوپی، الہند

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ (العلق)

ترجمہ: پڑھو اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے لکھنا سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔

تعلیم کی اہمیت پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

کا ایک معرکۃ الآراء وعظ

تعلیم کی اہمیت

مع جدید اضافہ

دینی تعلیم کی اہمیت

مرتب

محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی

معتمد جامعہ عربیہ احسن العلوم، بڈھاکھیڑہ کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی انڈیا

شائع کردہ

دار المطالعہ

نعیمیہ لائبریری، بڈھاکھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆تفصیلات☆

کتاب کا نام: **تعلیم کی اھمیت**

واعظ کا نام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ
سابق مہتمم دارالعلوم ر دیوبند

پیشکش: محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی

جامعہ عربیہ احسن العلوم بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

اشاعت: ذی الحجہ: ۱۴۴۱ھ☆اگست: ۲۰۲۰ء

ناشر: **دارالمطالعة**: نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

کمپوزنگ: حسّان نعیمی کمپیوٹر، خورشید منزل، نزد مسجدِ خانقاہ، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور

طالبِ دعاء: جناب الحاج بھائی طارق امین صاحب

﴿ضروری درخواست﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، بشری طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح، حوالہ جات وغیرہ میں بھرپور احتیاط برتی گئی ہے، پھر بھی بہ تقاضائے بشریت اگر کوئی فروگذاشت اور غلطی نظر آئے، تو از راہِ کرم مطلع فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی اور ہم نشاندہی کے لیے شکرگزار ہوں گے۔

(عرض گزار: خُدّامِ دارُالمطالعة)

9084150312,8279366417,7417677301,9897243116

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

اضافہ

تقریظ

از: صدیق مکرم جناب حضرت مولانا خلیل احمد قاضی صاحب مدظلہ العالی

بانی ومہتمم: مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ

خلیفہ: جامع الشریعۃ والطریقۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف متالاؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم وفیض جن حضرات کے ذریعے پورے عالم میں پھیلا ان افراد میں سے ایک نمایاں شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کے اہتمام اور درسی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے ہندوستان کے مختلف خطوں میں سفر فرما کر عوام وخواص میں علم وحکمت کے جواہرات کو تقسیم کیا۔ اندرونی ملک کے علاوہ آپ نے متعدد بیرونی ممالک کے اسفار فرمائے، جن میں مصر، ساؤتھ افریقہ، ری یونین، فرانس اور انگلستان قابل ذکر ہیں۔ ان اسفار میں حکیم الاسلامؒ نے متعدد وعظ فرمائے، جس شہر یا بستی میں وعظ تجویز ہوتا لوگ اطراف وجوانب سے کشاں کشاں چلے آتے تھے اور آپ کے پُر مغز اور پُر حکمت بیان سے مستفیض ہوتے۔

درحقیقت حکیم الاسلامؒ اپنے جدِ امجد اور دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم العلوم والخیرات حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کی تعبیر تھے جو انہوں نے ایامِ طالب علمی میں دیکھا تھا ''کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں''۔ جب انہوں نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کا ذکر کیا تو فرمایا: ''تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا''۔ حکیم الاسلامؒ کے ذریعے اپنے جدِ امجد کے اس

خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور آپ کا فیض اکنافِ عالم میں پھیل گیا۔ **الحمدللہ**۔

زیرِ نظر مضمون ''**تعلیم کی أھمیت**'' حکیم الاسلامؒ کا ایک قیمتی بیان ہے جو آپ نے ۹۵؍سال قبل ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں فرمایا تھا، جو اپنے موضوع کے اعتبار سے جامع ہے اور جس کا پڑھنا ہر عالم اور غیر عالم کے لئے فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے

کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

حکیم الاسلامؒ نے اپنا بیان **اقرأ باسم** والی آیت سے شروع فرمایا اور یہ بات ثابت کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ملائکہ پر علم کی وجہ سے تھی اور اسی وجہ سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کے بعد علم و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''علم سے راستہ معلوم ہوتا ہے اور عشق سے اس پر چلا جاتا ہے''، نیز یہ دونوں علم و عشق انسان کا فطری سرمایہ ہے۔ اس کے بعد علم پر عمل کی توفیق کیوں نہیں ملتی اس کو ایک عجیب انداز سے سمجھایا۔ اخیر میں تعلیم دنیا اور تعلیم دین میں فرق کو بیان فرما کر اپنے وعظ کو **خیر کم من تعلم القرآن و علمہ** پر ختم فرمایا۔ ہمارے عزیز دوست مولانا محمد سلمان صاحب الخیر نعیمی سہارنپوری سلمہٗ نے اس بیان کو جدید کمپوزنگ اور تصحیح و تبییض کے ساتھ طباعت کے لیے تیار کیا ہے۔ نیز بیان کے اخیر میں بطور اضافہ علم کے موضوع پر چند ضروری اور اہم باتوں کو بھی شامل کر دیا جس میں علم اور اہل علم کے فوائد و مناقب پر مختصر چہل حدیث بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد سلمان صاحب سلمہ کی سعی کو قبول فرمائے اور ان کی خدمات کو دن دگنی رات چوگنی قبولیت سے نوازے، نیز اللہ تعالیٰ اکابر دیوبند کے فیض کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ آمین

خلیل احمد قاضی

خادم مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ

شب جمعہ ۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۷؍نومبر ۲۰۲۰ء

برادرمکرم اُستاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد نعیمی صاحب مظاہری مدظلہ العالی

اُستاذِ عربی ونائب صدر مفتی: جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

حامدا ومصليا ومسلما، أما بعد!

اسلام نے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا کیے، انہیں میں سے ایک علمی انقلاب بھی ہے ،اسلام کا نظریۂ علم بالکل واضح ہے، اسلام نے اول یوم ہی سے علم کی ترغیب دی ہے اور اس کے بے شمار فضائل ومناقب بیان کیے ہیں؛ بلکہ اسے مقصد حیات اور عبادت کا لازمی عنصر قرار دیا ہے، اسی لیے غار حراء کی پہلی میں: **اقرأ باسم ربك** کہا **اعبدوا ربك** نہیں کہا؛ کیونکہ علم کے بغیر معرفت الٰہی مکمل نہیں اور معرفت الٰہی کے بغیر اس کی عبادت صحیح معنوں میں متصور نہیں اور عبادت کے بغیر زندگی نہیں ،گویا زندگی با مقصد گذارنے کے لیے علم زینہ اور وسیلہ ہے اور بغیر وسیلہ اور زینہ کے انسان کا بلندی پر چڑھنا ممکن نہیں، اسی لیے بعض مفسرین نے **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** کی تفسیر **الا لیعلمون** سے کی ہے، یعنی پہلے **یعلمون** تب جا کر **یعبدون**، جیسے وضو کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی ،آگ کے بغیر لذیذ کھانا نہیں بن سکتا، بالکل اسی طرح علم کے بغیر لذیذ یعنی صحیح عبادت نہیں ہوسکتی، اس سے معلوم ہوا کہ علم وسیلۂ عبادت ہے؛ بلکہ ابن شہاب زہریؒ تو کہا کرتے تھے کہ عبادتوں میں سب سے افضل عبادت تحصیل علم ہے، قرآن وحدیث میں اہل علم کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے، قرآن نے اعلان کیا: **انما یخشی الله من عباده العلماء** ،کہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون** ،کہیں قلم کی قسم کھا کر کتابتِ علم کی طرف اہتمام کا اشارہ دیا: **نٓ والقلم ومایسطرون** ،کہیں تفکر اور تدبر کی

دعوت دی اور کہا: **ماتری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل ترىٰ من فطور**، کہیں کہا: **افلا یتدبرون القراٰن**، کبھی حقائق کو معلوم کرنے کے لیے حکم دیا: **سیروا فی الأرض فانظروا**، کہیں خود اپنی خلقت پر غور وفکر کی دعوت دی: **وفی انفسکم افلا تبصرون.**

خلاصہ یہ کہ اسلام نے علوم کے دروازے کھول کر رکھ دیے اور مسلمانوں کو اس میں غوطہ زنی کی دعوت دی اور باب علم میں مسابقہ آرائی پر آمادہ کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ نے اس باب میں بے مثال کردار ادا کیا، تاریخ نے اپنے صفحات پر انہیں نقش کرلیا، روئے زمین پر تخلیق آدم سے لے کر اب تک اگر پڑھنے لکھنے کا ریکارڈ کسی کے نام ہے تو وہ اسی اُمت محمدیہ **علی صاحبها الف الف تحیة** کے نام ہے، جس نے علم کی تحصیل، تصنیف وتالیف اور تدوین وتحقیق میں جو عظیم کردار ادا کیا کوئی نہ اس سے پہلے اس کا ہمسر ہوسکا اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔

مگر افسوس! کہ جہاں زمانہ گذرنے سے انسان کے دوسرے اعمال میں بے ترتیبی واقع ہوئی وہیں علم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا انسان نے اچھے کھانے، پینے اور اچھی بود وباش کو مقصد حیات سمجھ کر اپنی تمام کوششوں کو اس پر مرکوز کردیا اور علم سے ناطہ توڑ دیا یا کمزور کردیا اور اس کو ترتیب میں آخری نمبر پر رکھ دیا، والی اللہ المشتکی۔ پیش نظر کتابچہ ''تعلیم کی اہمیت'' جو حکیم الاسلامؒ کا ایک قیمتی بیان ہے۔ اسی مقصد سے برادرم قاری محمد سلمان نعیمی حفظہ اللہ نے کچھ مفید اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے تا کہ اُمت اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کرنے اور مقصد اصلی کے حصول میں اپنی زندگی صرف کرے، دعاء ہے اللہ تعالیٰ اشاعت میں آسانی فرمائے اور اس مبارک سعی کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد نعیمی غفرلہٗ

خادم: دارالافتاء جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

۲۸؍ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ، مطابق ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ رسالہ

از: محدثِ شہیر، محقق نحریر، حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری نور اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ اجل حضرت فقیہ الاسلامؒ وسابق شیخ الحدیث جامع الہدیٰ، مراد آباد

پیش نظر رسالہ **"تعلیم کی اہمیت"** دراصل فرید الدہر، وحید العصر، صدر الافاضل ،فخر الاماثل، سحر البیان، خطیب الزمان، حکیم الاسلام حضرت العلام مولانا الحافظ القاری محمد طیب صاحبؒ، مہتمم دار العلوم دیوبند کا وہ عظیم الشان وعظ ہے، جو آپؒ نے مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ کی مسجد میں مؤرخہ ۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ کو بعد نمازِ عشاء از ساڑھے نو بجے تا دس پچپن ایک گھنٹہ پچیس منٹ تعلیم کی اہمیت پر بیان فرمایا تھا، بندہ نے اس کو دورانِ تقریر ہی قلمبند کر لیا تھا، اب (۱۳۹۳ھ میں) پورے دس سال کے بعد افادۂ عام کے لیے اہل اسلام تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، دیگر مواعظ کی طرح حضرت موصوفؒ کے اس وعظ میں بھی علماء، طلباء خواص اور عوام کا مجمع تھا، تو ظاہر ہے کہ اس رسالہ سے علماء، طلباء واعظین خواص وعوام یکساں مستفید ہوں گے، بالخصوص تقریر سیکھنے والے طلباء کے لیے یہ رسالہ ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا ان شاء اللہ، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رسالہ کا نفس مضمون حضرت موصوفؒ ہی کا ہے، ہاں اختصاراً یا افادۃً حذف واضافات ضرور ہوئے ہیں، پوری توقع ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت موصوفؒ اور مرتبؒ کو نیز اہل اسلام کو اس سے ظاہری وباطنی نفع مرحمت فرمائے گا، اس کو کر مقبول دوعالم خدا آمین.

نسیم احمد غازی مظاہری

مؤرخہ: ۱۳۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی چنداں محتاجِ تعارف نہیں، وہ مادرِ علمی از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے نصف صدی تک صدر و مہتمم رہے ،انہوں نے اپنے دور میں دارالعلوم کو ترقی و شہرت کے بام عروج تک پہنچایا، ان کا دور دارالعلوم دیوبند کا سنہری دور کہلاتا ہے۔اس دور میں دارالعلوم کا فیض ہندوستان کے کونے کونے سے لے کر دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلا اور اس دور میں دارالعلوم سے نکلنے والے رجال کار نے ایک عالم کو سیراب کیا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ایک باکمال عالم دین، ایک مدبر رہنما و منتظم اور خود اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ قوت بیان کا وصف بھی عطا فرمایا تھا۔ وہ ایک شیریں بیان خطیب و واعظ اور دل کی گہرائیوں تک اپنی آواز اتارنے والے مبلغ و داعی تھے، وہ دھیمے اور سبک رفتار اسلوب میں سچائیوں اور صداقتوں کے دریا بہاتے اور اور دلوں کے خشک کھیتوں کو سیراب کرتے چلے جاتے۔

حق جل مجدہٗ اپنے نیک بندوں کے آثار و خدمات کی حفاظت کے لیے لوگوں کو مسخر کر دیتے ہیں اور وہ ان آثار و خدمات کی حفاظت کے لیے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو وقف کر دیتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مدیر و مہتمم ہونے کی حیثیت سے حضرت حکیم الاسلام کو دنیا کے مختلف خطوں میں جانے اور وہاں دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کی صدا لگانے کا موقع ملا، ان کے یہ خطبات و مواعظ کہیں قلم و قرطاس کے ذریعے اور کہیں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ ہوتے رہے۔ جس کا کرشمہ ’’خطباتِ

حکیم الاسلامؒ" کی بارہ جلدیں ہیں، سردست وعظ حضرت حکیم الاسلامؒ کا وہ پُرحکم خطاب ہے، جو آپ نے ۱۳۸۳ھ میں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی مسجد میں تعلیم کی اہمیت پر بیان فرمایا تھا، جس کو محدثِ شہیر، عالم نبیل، حضرت مولانا نسیم احمد غازیؔ مظاہریؒ سابق شیخ الحدیث جامع الہدیٰ، مراد آباد نے دورانِ وعظ ہی قلمبند کرلیا تھا، جیسا کہ "تعارفِ رسالہ" میں اس کی مکمل وضاحت ہے۔

تادمِ تحریر "کورونا وائرس" کی وجہ سے ملک بھر میں لاک ڈاؤن ہے، جس کی وجہ سے یہ عاجز وفقیر بھی گھر ہی میں گھرا ہوا ہے، سوچا کہ دیگر اعمالِ خیر کی توفیق کے ساتھ اپنے "دارالمطالعة" کی ترتیبِ جدید اور صفائی ستھرائی بھی کرلی جائے، اسی اثنا میں عالم جلیل حضرت مولانا نسیم احمد غازیؔ مظاہری بجنوریؒ کا ترتیب دادہ حضرت حکیم الاسلامؒ کا یہ پُرمغز وعظ ہاتھ لگا، جس کا مطالعہ قلب ونظر کو بالیدگی اور فکر وروح کو بصیرت وتازگی بخشتا محسوس ہوا، احقر نے پاس بیٹھے برادرِ اکبر حضرت مولانا مفتی محمد نعیمی صاحب مظاہری زید مجدہ، استاذ ومفتی جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کو دکھلایا، توانہوں نے بھی اس کو مفید تر پایا، لہٰذا اتفاقِ رائے سے اس کی دوبارہ تصحیح وتبییض اور کمپوزنگ، نیز مناسب اور اہم اضافات کا ارادہ ہوا، چنانچہ ص:۳۹ سے آخر تک احقر کی جانب سے اضافہ ہے، اللہ تعالیٰ پوری اُمت کے لیے اس رسالہ کو نافع بنائے، واعظ ومرتب رحمہما اللہ اور ناشرین کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین.

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

العبد الهندويل: محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

وارد حال زیر تعمیر مسجدِ اقصیٰ جامعہ عربیہ اَحسن العلوم، بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ، مطابق ۹ر اپریل ۲۰۲۰ء در لاک ڈاؤن، بتوہم کورونا وائرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغازِ وعظ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ ،وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ،خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ.

بزرگانِ محترم! یہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی،اس آیت میں حق تعالیٰ نے تعلیم کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے،حق تعالیٰ کو جتنا تعلیم کا اہتمام اور اس کی اہمیت ہے اتنی اہمیت کسی کو نہیں اور نہ حق تعالیٰ کو اتنی اہمیت اور کسی چیز کی ہے،یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے پہلے تعلیم ہے،دوسری چیزیں اس کے بعد ہیں۔حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ابتداءً تعلیم کا بندوبست کیا نہ کھانے اور پینے کا بندوبست کیا نہ نکاح اور لباس ومکان کا ان سب چیزوں کا انتظام علم کے بعد کیا۔

تعلیم آدم ومیدان امتحان:

فرمایا:**وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا** اور سکھلائے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام،اس کے بعد آدم علیہ السلام کو امتحان اور مقابلے کے لیے فرشتوں پر پیش کیا،کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے

آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا تو فرشتوں پر اس کا اظہار کیا تھا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں، تو فرشتوں کو یہ خلجان واقع ہو گیا تھا کہ خلافت کے مستحق تو ہم ہیں یہ انسان تو دنیا میں خوں ریزیاں کرے گا اور فساد پھیلائے گا، کفر اختیار کرے گا اور قسم قسم کی نافرمانیاں کرے گا، ہم لوگ گناہوں اور نافرمانیوں سے مبرا اور پاک ہیں، ہر وقت اس کے فرمان کی بجا آوری میں مصروف ہیں، لہٰذا ہم بہ نسبت آدم کے، خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے آدم کی فضیلت اور برتری ظاہر فرمانے کے لیے آدم علیہ السلام کو تعلیم دے کر فرشتوں پر مقابلہ اور امتحان کے لیے پیش فرمایا۔ تعلیم یہ تھی کہ چیزوں کے نام سکھلا دیے۔ یہی تعلیم کا ابتدائی درجہ ہے کہ چیزوں کے نام بتلائے جاتے ہیں، بچہ کو آپ بھی پہلے چیزوں کے ناموں کی تعلیم دیتے ہیں، یہ لوٹا ہے یہ پیالہ ہے یہ گھڑا ہے یہ گھر ہے یہ مسجد ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اگر تم اپنے اس خلجان اور خیال میں سچے ہو تو چیزوں کے نام بتلاؤ، قَالَ اَنۡبِئُوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ. فرشتے نہ بتلا سکے، عاجز رہ گئے؛ کیونکہ فرشتوں کو تو انہیں چیزوں کا علم تھا جن چیزوں کی خدمات پر وہ مامور تھے، مثلاً جن فرشتوں کو باری تعالیٰ نے بارش برسانے پر مامور فرمایا ہے وہ بادل، بجلی اور پانی کے نام جانتے ہیں، دنیا کی اور چیزوں سے انہیں کیا مطلب اور ان کے ناموں سے انہیں کیا واسطہ۔ اور جو فرشتے درخت اُگانے پر مقرر ہیں ان کو بیج کا علم ہے، شاخوں اور پتوں کا علم ہے اور چیزوں کا نہیں، غرضیکہ جو فرشتے جس خدمت پر لگے ہوئے ہیں (ان کو) ان چیزوں کا اور ان کے متعلقات کا علم ہے، ساری کائنات کی چیزوں کا ان کو علم نہ تھا، لہٰذا وہ ان تمام چیزوں کے نام نہ بتلا سکے اور اپنے عجز کا اس طرح اقرار واعتراف کیا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا

مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر انہیں دو چار چیزوں کا جو تو نے ہم کو سکھلا دیا ہے، جب فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا تو حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ چیزوں کے نام تم ان کو بتلا دو، آدم علیہ السلام نے ایکدم فرفر دنیا بھر کی چیزوں کے نام بتلا ڈالے اور ان کے خواص بھی واضح کر دیے۔ ملائکہ حیران رہ گئے کہ ہم کو ان چیزوں کا علم نہیں اور حق تعالیٰ نے جس کو ابھی پیدا فرمایا اس کو اتنا علم ہے ہمیں کیا معلوم تھا کہ آدم علم کا پتلا ہے۔

خلیفہ کے لیے اہم چیز علم ہے: فرشتوں نے اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اعتراف کر لیا، اور یہ سمجھ گئے ہو نہ ہو یہی وہ جوہر ہے جس سے خلافت کا استحقاق ہو سکتا ہے، جو ہمارے پاس نہیں آدم کو خدا نے دیا ہے، پھر حق تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے جھکا کر بتلا دیا کہ علم ہی سے ہماری خلافت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے محض عبادت سے نہیں، الغرض خلیفہ کے لیے سب سے اہم ترین چیز علم ہے، اگر اس کو ملک کی چیزوں کا علم نہیں ہوگا، تو وہ ملک کا بندوبست اور انتظام نہیں کر سکتا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ نے جب یہ چاہا کہ میں کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کروں تو ان کے دو صاحبزادوں عالمگیر اور داراشکوہ میں آپس میں اس سلسلہ میں رسہ کشی ہو گئی، ہر ایک کی خواہش تھی کہ ولی عہد میں بنوں، بادشاہ کا رجحان داراشکوہ کی طرف تھا، ارکان دولت میں دو پارٹیاں تھیں ایک کی رائے عالمگیر کو ولی عہد بنانے کی تھی، دوسری پارٹی داراشکوہ کو چاہتی تھی۔ شاہ جہاں نے وزیر اعظم کو حکم دیا کہ دونوں کی فضیلت واستحقاق کا امتحان کر کے فیصلہ کرے، چنانچہ وزیر اعظم نے پہلے داراشکوہ کے پاس اپنی آمد کی اطلاع بھیجی، داراشکوہ نے وزیر کے استقبال کے لیے بڑے بڑے ٹھاٹھ کیے، فوجوں کو استقبال کے لیے دورویہ کھڑا کیا، قسم

قسم کی چیزوں سے مکان کو زینت دی ،جب وزیر پہنچا تو داراشکوہ اس کے اعزاز کے لیے
کھڑا ہوگیا تا کہ وزیر اس اعزاز واکرام سے مرعوب ہوکر میرے متعلق فیصلہ کردے،وزیر نے
داراشکوہ کے ساتھ بہت شائستگی کے ساتھ آدھ پون گھنٹہ گفتگو کی اس نے بھی بڑی لیاقت سے
جوابات دینے کی کوشش کی ،اس کے بعد وزیر نے عالمگیر کو اپنی آمد کی اطلاع کی ،انہوں نے کوئی
خاص اہتمام اور ٹھاٹھ نہیں کیا اور جب وزیر پہنچا تو اعزاز کے لیے کھڑے بھی نہ ہوئے ،وزیر پر
ایک ہیبت طاری ہوگئی، گفتگو شروع ہوئی تو وزیر نے پوچھا بنگال کی مردم شماری کیا ہے اور پیداوار
کس کس چیز کی اور کتنی کتنی ہوتی ہے؟ فوراً بتلا دیا،اسی طرح پنجاب کے متعلق اور ہندوستان کے
ہر ہر صوبہ کے متعلق سوالات کیے، عالمگیر نے تمام سوالات کے برجستہ اور تسلی بخش جوابات دیے
،ان صحیح اور بے ساختہ جوابات سے وزیر نے سوچا کہ ان کو ملک کے ہر ہر گوشہ کی ساری چیزوں
کا اتنا تفصیلی علم ہے، گویا علم سے بھرے بیٹھے ہیں ،اس کے بعد وزیر بادشاہ کے پاس واپس
پہنچا، تو بادشاہ نے فیصلہ کے متعلق سوال کیا، وزیر نے بادشاہ سے پناہ لے کر جواب دیا کہ بادشاہ
سلامت تو داراشکوہ کو ولی عہد بنانا چاہتے ہیں ،مگر خدائے تعالیٰ عالمگیر کو بادشاہ کا ولی عہد مقرر کرنا
چاہتے ہیں ؛ کیونکہ ان میں وہ علم ہے جس سے انسان خلافت اور بادشاہت کرسکتا ہے
۔غور فرمایئے کہ اس ہندوستان کی حکومت چلانے کے لیے علم ضروری ہے اور علم ہی اس
کو کافی ہے ،تو کیا سارے جہاں کی حکومت چلانے اور ساری کائنات کا نظم برقرار رکھنے
کے لیے جہالت کافی ہوجائے گی ؟ ہرگز نہیں ! کائنات کی چیزوں کے علم سے ظاہری نظام
وابستہ ہے مگر علوم الٰہیہ اور علوم دینیہ سے کائنات کا ظاہری اور باطنی نظام برقرار رہتا ہے
۔انسان خلیفۃ اللہ عبادت سے نہیں علم ہی سے بنے گا اور علم بھی وہ جو اللہ والا علم ہو، خدا کا کلام علم

ہے وہ ساری چیزوں کو ہر وقت جانتا ہے ،عبادت خدا کی صفت نہیں ،خدا عبادت کسی کی نہیں کرتا،عبادت سے انسان بندہ بنتا ہے خلیفہ نہیں بنتا،خلیفہ تو خدا کی صفتِ علم سے بنتا ہے اسی وجہ سے جب خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا تو سب سے پہلے علم کا اہتمام کیا تھا۔

علم اور عشق انسان کا فطری سرمایہ ہے: حدیث میں ہے،فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنا دایاں ہاتھ آدمؑ کی پشت پر پھیرا، جتنی قیامت تک آنے والی نیک اولاد تھی وہ سب نکل پڑی ۔انبیاء ،صدیقین ،شہداء اور صالحین ، پھر دوسرا ہاتھ آدمؑ کی کمر پر مارا تو ساری بد اولاد جو قیامت تک دنیا میں آنے والی ہے برآمد ہوئی ۔کفار، فجار اور فساق، پھر سب کو ملا کر اللہ جل شانہٗ نے ایک میدان میں جمع فرمایا،حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنا جمال دکھلایا اور کلام بھی فرمایا،کلام **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** ۔یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔تھا،حدیث میں ہے کہ **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** سن کر سب خاموش ہو گئے،ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے،کوئی بھی جواب نہ دے سکا،سب سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: **بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا** کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں،رب میں دو صفتیں ہوتی ہیں۔ایک ایجاد (پیدا کرنا) دوسرے ابقاء (باقی رکھنا) اگر پیدا کر سکے اور باقی نہ رکھ سکے تو وہ رب نہیں ہو سکتا،اسی طرح پیدا نہ کر سکے اور باقی رکھے جب بھی رب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا، رب وہی ہوگا جو خالق بھی ہو، رازق بھی۔ پیدا بھی کرے اور بقاء کا انتظام بھی ،جب حضور اکرم ﷺ نے اس سوال کا جواب **بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا** دیا تو دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی جواب دیا، پھر صدیقین نے پھر دیگر اولیائے کرام نے پھر آدم علیہ السلام کی ساری ذریت کی زبانوں پر یہ جواب جاری ہو گیا۔

گویا حق تعالیٰ شانہ نے سوال فرما کر تعلیم کے لیے فطرتِ انسانی کو جگایا اور اس میں

حرکت پیدا کی ،اللہ نے خود انسان کی فطرت میں تعلیم رکھی ہے،مشائخ واساتذہ تعلیم نہیں
دیتے ،تعلیم تو انسان کا فطری سرمایہ اور اس کی خلقت میں پیوست ہے وہ تو صرف اس
فطرت کو جگاتے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے،ازل ہی میں اللہ تعالیٰ نے
اس سوال سے انسان میں علم ڈالدیا اور جمال دکھلا کر عشق پیدا فرمایا۔

علم راستہ کا نور ہے اور عشق کے قدموں سے طے ہوتا ہے:علم سے راستہ معلوم
ہوتا ہے عشق سے اس پر چلا جاتا ہے،اگر علم ہو اور عشق نہ ہو تب بھی نہیں چل سکتے ،اسی طرح محبت
ہے اور علم نہیں تو بھی چلنا ممکن نہیں ؛ کیونکہ جب راستہ ہی معلوم نہیں تو چلیں گے کس چیز پر،اگر علم
ہو یعنی راستہ معلوم ہو اور محبت وعشق بھی ہو تو آپ مقصود کے حصول کے لیے رات دن ایک کردیں
گے صرف کسی چیز کے علم سے اس کی طرف دوڑا نہیں جاتا،جب تک اس سے لگاؤ نہ ہو،آپ کو بہت
سے لوگوں کے گھر معلوم ہیں ،لیکن آپ سب کے گھروں میں دوڑے نہیں پھرتے ،آپ کو بہت سی
جگہوں کا علم ہے مگر آپ کبھی ان جگہوں کے علم ہونے ہی کی وجہ سے دوڑے نہیں پھرتے ،ہاں جس
سے محبت ہوگی اس کے گھر دوڑیں گے اور بار بار جائیں گے،اس محبوب حقیقی نے علم دے کر اپنا راستہ
بتلایا اور جمال دکھلا کر بتلایا کہ میں ہوں محبت کے قابل۔محبت کا دوسرا نام عمل بھی ہے انسان علم وعمل
دونوں ہی چیزوں سے ترقی کرتا ہے اور مقصود کو پہنچتا ہے،صرف علم سے بغیر عمل کے اور صرف عمل
سے بغیر علم کے نہ ترقی کرسکتا ہے نہ ہی مقصود کو حاصل کیا جاسکتا ہے،علم بغیر عمل کے بیکار ہے اور عمل
بغیر علم کے ہلاکت کا ذریعہ ہے،آپ نے ریل گاڑی کو دیکھا ہوگا اس میں بہت سے ڈبے ہوتے
ہیں اور ہزاروں من وزن اور ہزاروں مسافروں کو کھینچ کر لے جاتی ہے اور منزل مقصود تک پہنچادیتی
ہے مگر اس کے وزن کھینچنے اور مسافروں کو لے جانے میں دو شرطیں ہیں ،ایک درست لائن

کا ہونا، جس پر انجن اور گاڑی چلیں دوسرے اسٹیم اور بھاپ کا ہونا، اگر دونوں چیزیں ہیں تو وہ وزن کو لے جاسکتی ہے اور مسافروں کو بھی، اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ نہ مسافروں کو لے جاسکتی ہے نہ وزن کو؛ بلکہ وہ خود ہی نہیں چل سکتی، اگر لائن ہے اور بھاپ نہیں تو اس کو ہزاروں آدمی ٹھیل ٹھیل کر چلائیں گے، ذرا سی سرکے گی اور کھڑی ہوجائے گی، اسی طرح ٹھیلتے ہوئے اس کو منزل مقصود تک لیجایا نہیں جاسکتا اور اگر اندرونی طاقت اس میں ہے یعنی بھاپ موجود ہے جس سے وہ چل سکتی ہے مگر لائن نہیں ہو تو جتنی زیادہ طاقت ہوگی اتنی ہی ہلاکت کے گڑھے میں گرتی چلی جائے گی، زمین میں دھنستی چلی جائے گی، بس گاڑی کے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے دو شرطیں ہوئیں۔ ایک درست لائن اور دوسری اسٹیم، اسی طرح سمجھئے کہ انسان انجن ہے اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے دو ہی شرطیں ہیں ایک لائن اور دوسری اسٹیم یعنی بھاپ۔ لائن تو شریعت ہے، ارشادِ باری ہے: وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ، یعنی یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی راستہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ راستے تم کو اللہ کے راستے سے الگ کردیں گے (علم سے یہ راستہ معلوم ہوگا) اور اسٹیم عشق ہے خداوند تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور اسٹیشن باری تعالیٰ ہیں، اگر شریعت کا علم ہے اور عشقِ الٰہی و عشقِ رسول کی اسٹیم بھی ہے تو منزلِ مقصود یعنی خداوند تعالیٰ تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر علم شریعت نہیں تو گویا منزل تک رسائی کی لائن ہی نہیں، پہنچنا تو بعد کی بات ہے اور اگر علم شریعت ہے اور عشق نہیں تو لائن ہے، لیکن اس پر چلنے کی طاقت نہیں، دونوں کا ہونا شرط ہے، علم بھی ہو اور عشق بھی تب ہی انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ وعظ سن کر آدمی ایک دو مرتبہ نماز پڑھ لے گا اور بس، جیسے بے اسٹیم کا انجن ٹھیلنے سے ذرا سا ایک دو قدم سرک جائے گا اور ٹھہر جائے گا، منزل تک نہ پہنچے گا نماز کا پابند تو جب ہی ہوسکتا ہے

جب کہ اندر کا داعیہ ہو، عشق کی آگ سے اندروں میں اسٹیم تیار ہو، اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے عالم ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے سوال سے علم پیدا فرمایا اور جمال دکھلا کر انسان کے قلب میں عشق بھی بھر دیا، تا کہ باری تعالیٰ تک انسان کا پہنچنا ممکن اور آسان ہو۔

عشق ہر انسان کو ملا ہے: اور یہ عشق مسلمان ہی کو نہیں ملا؛ بلکہ ہر انسان کے دل میں عشقِ خداوندی موجود ہے، غیر مسلم بھی عشقِ خدا سے خالی نہیں، عیسائی گرجا میں اسی عشق کی وجہ سے جاتا ہے، یہودی کو یہی عشق کلیسا میں لے جاتا ہے ان کو صحیح راستہ نہیں ملا، غیر مسلموں میں عشق خدا کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر خدا کے بارے میں کوئی معاملہ آجائے تو غیر مسلم، یہودی، عیسائی اپنی جان تک دینے کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ ہاں صحیح راستہ خدا تک پہنچنے کا اسلام نے بتلایا، بہر حال اسلام نے ایک طرف تو صحیح راستہ کا علم دیا، دوسرے اپنے ماننے والوں کے عشق کی حفاظت کی اور اس کو بڑھایا۔

علم ہر چیز سے مقدم ہے: اس تفصیل سے آپ کو معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کو کتنا اہتمام ہے تعلیم و تربیت کا، آدم کو پیدا فرما کر سب سے اول تعلیم ہی کا بندوبست کیا، دوسری کسی چیز کا نہیں پھر ذریت کو پشتِ آدم سے نکال کر اس کی فطرت میں علم کو بھرا، معلوم ہوا کہ تعلیم سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب آدم علیہ السلام کو علم اسماء سکھا کر مقابلہ اور امتحان کے لیے فرشتوں پر پیش فرما چکے اور آپ کی فضیلت تسلیم کر لی گئی، پھر باری تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ: اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ، آدم! اب تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، نکاح کا انتظام اور جنت میں رہنے کا حکم رہنے سہنے، کھانے پینے کا بندوبست یہ سب علم کے بعد ہوگا، یہ ترتیب گویا انسان کی فطری ترتیب ہے کہ اور تمام چیزیں علم کے بعد ثانوی درجہ رکھتی ہیں، علم سب پر مقدم ہے اور علم پر کوئی چیز مقدم نہیں۔ اسلام نے سب سے پہلا کام یہ

بتلایا کہ جب بچہ پیدا ہو اس کو آلائش سے پاک صاف کر کے اس کے داہنے کان میں اذان پڑھی جائے، بائیں کان میں تکبیر کہی جائے، نہ اس کے کھانے پینے کے بندوبست کا اولاً حکم ہے نہ اور کسی حاجت کے انتظام کا بلکہ تعلیم کا اور تعلیم کی ترتیب بھی کیا عجیب رکھی گئی، سبحان اللہ! حکم ہوا کہ پہلے اس کے دل میں خدا کی عظمت بٹھلاؤ، چنانچہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر چار بار اس کے دل میں عظمت حق بٹھلا دی جاتی ہے کہ چار سو اللہ سب سے بڑا ہے، بچہ کو تعلیم دی اے عناصر اربعہ کی کائنات میں آنے والے اس کائنات کی سب چیزیں حقیر ہیں اور خدا کی ذات سب سے بڑی ہے اسی کی عظمت کا یقین کرتے ہوئے اس کائنات میں زندگی بسر کرنا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوبارہ کہہ کر توحید کا نقش اس کے دل میں جما دیا، عظمت و توحید کے بعد رسالت کی تعلیم اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ دوبارہ کہہ کر دی، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سے اعمالِ صالحہ خصوصاً نماز کی ترغیب دی اور اعمال اور نماز پر فلاح و بہبود کے ترتب کا یقین دلایا، دنیا میں آتے ہی اس کی زندگی کے مقصد کی تعلیم دے دی گئی کہ وہ ایمان و عمل ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

ایک سوال اور اُس کا جواب:

سوال: آپ کہیں گے کہ بچہ کیا جانے وہ تو گوشت کا لوتھڑا ہے اسے کیا معلوم توحید کیا اور رسالت کیا اور نماز کا مطلب کیا ہے اور فلاح کس کو کہتے ہیں، اس کو ان چیزوں کی تعلیم دینا بھینس کے آگے بین بجانا اور ایک بیکار و عبث کام ہے۔

جواب: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بیشک بچہ کو ہوش نہیں مگر اس کا قلب بالکل صاف شفاف ہے، سفید تختی کے مثل ہے، آنکھ اور کان کے ذریعہ جو باتیں اس کے دل کے اندر پہنچیں گی وہ

نقش ہوجائیں گی اوراس کے صاف دل پرچھپ جائیں گی، پھر جب ہوش آئے گاتو وہی باتیں
کہتاہوا اور وہی عمل کرتاہوا اُٹھے گا جواس کے دل میں چھپ چکے ہیں، امام غزالی علیہ الرحمہ نے
فرمایاکہ اس کےکان کے پاس کوئی بُری بات مت کہووہ کان کےذریعہ اس کےدل پرنقش ہوجائے گی
اوراس کی آنکھوں کےآگےکوئی غلط حرکت نہ کرواس کےدل پروہ حرکت چھپ جائے گی۔ جیسے آپ
نےگراموفون دیکھاہوگااس میں ایک کالاساتواہوتاہے،اس کےسامنےآپ جیسی بات کریں گے
اس میں بھرجائے گی آپ اس میں گالیاں بھرنی چاہیں گےگالیاں بھرجائیں گی،گانابھریں گے
گانابھرجائے گااورقرآن پڑھیں گےوہ اس میں آجائے گاوہ توایک پتھرہےاس کوکیاتمیزہے کہ
مجھ میں کیاچیزبھری جارہی ہے،لیکن جب آپ اس پرسوئی رکھیں گےتوہ سب اُگل دے گاجوکچھ
آپ نے بھراہے وہی ظاہرکرے گااگرگالی گلوچ بھری ہیں تووہی اس سے سنائی دیں گی
اگرگانابھراہےتو گانے کی آوازآئے گی،اگرقرآن بھراہےتو قرآن آپ سنیں گےتوجیسےاس ریکارڈ
میں آپ نےجوکچھ بھراتھاسوئی رکھتے ہی سب نکل پڑا،اسی طرح بچہ کادل بھی رکارڈہے جوکچھ اس
کی آنکھ کان کےذریعہ اس کےدل میں چھپ جائے گا،جب جوانی کی سوئی لگے گی اوراس کے
عقل وشعور بیدارہوں گے،بھری ہوئی چیزیں خودبخودنکلنی شروع ہوجائیں گی،اسی وجہ سےامام
غزالی رحمہ اللہ نےفرمایاکہ پیداہوتے ہی اولادکی تعلیم وتربیت کاوقت شروع ہوجاتاہے،اس سے
معلوم ہواکہ اولادکااچھایابُراہوناماں باپ کےاچھایابراہونےپرموقوف ہے،جیسے ماں باپ ہوں
گےبچہ نشوونماپاکران ہی جیساہوگا۔بخاری شریف کی حدیث میں ہے: **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ
عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ.** (الحدیث) ہربچہ فطرتِ اسلام اورنیک صلاحیت
لےکرپیداہوتاہے، پھراس کے ماں باپ اس کویہودی،نصرانی یامجوسی بنادیتے ہیں، ماں

کی گود اور باپ کی تربیت جیسی ہوگی بچہ اسی رنگ میں رنگ کر اچھا یا بُرا ہو جاتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ: مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو بہت ہی عبرت ناک اور عجیب واقعہ ہے، کابل کا ایک بادشاہ امیر دوست محمد گذرا ہے، یہ بادشاہ بہت دین دار، پرہیز گار تھا، اتفاقاً ایک بار کابل پر ایک غنیم نے چڑھائی کی تو بادشاہ نے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی اور شاہزادے کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، چند روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ کی فوج کو شکست ہوگئی، غنیم ملک کی حدود میں گھس آیا اور شاہزادہ بھاگا ہوا آ رہا ہے، غنیم شاہزادے کے تعاقب میں ہے، بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا، اسی حالتِ غم میں وہ اپنے محل سرائے میں داخل ہوا رنجیدگی کے آثار دیکھ کر بیگم نے رنج وغم کا سبب پوچھا کیا بات ہے، بادشاہ سلامت کے مزاج کیسے ہیں؟ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ بادشاہ نے کہا: کئی باتوں کا صدمہ ہے، ایک یہ کہ غنیم ملک میں گھس آیا، دوسرے شاہزادے کو شکست ہوگئی اور دشمن اس کے پیچھے آ رہا ہے، فوج اور ملک کا نقصان اور دنیا میں شکست کی رسوائی، بیگم نے کہا: یہ سب جھوٹی اور غیر معتبر باتیں ہیں، آپ رنجیدہ نہ ہوں، بادشاہ نے کہا: بیگم یہ تو سی آئی ڈی کی خبر ہے، بیگم بولی بالکل جھوٹ ہے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ شہزادہ سینہ پر گولی کھائے اور شہید ہوجائے، بھاگ کر پشت پر گولی نہیں کھا سکتا، بادشاہ نے کہا: یہ تو سرکاری محکمۂ اطلاعات کی یقینی اطلاع ہے، جو غلط نہیں ہوسکتی بیگم نے جواب دیا یہ کسی بھی محکمہ کی اطلاع ہے سچی نہیں، غلط افواہ ہے آپ قطعی مطمئن رہیں، بادشاہ یہ کہہ (سن) کر باہر چلا گیا کہ عورت ذات سے کون اُلجھے، یہ تو مرغ کی ایک ٹانگ گائے جارہی ہے۔ تیسرے دن بادشاہ محل میں داخل ہوا تو نہایت ہشاش بشاش اور خوش وخرم تھا، بیگم نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کیا بات ہے آج تو بادشاہ سلامت بہت مسرور نظر آ رہے ہیں، بادشاہ نے جواب دیا: تمہاری بات سچی نکلی، اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان

مبارک کی ، شہزادہ فیروزمندی اور کامرانی کے ساتھ بخیریت واپس آرہا ہے ،بیگم نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ ناتواں بندی کی لاج رکھ لی ۔بادشاہ نے دریافت کیا اچھا تم یہ بتلاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شکست کی خبر بالکل غلط ہے، کیا تمہیں الہام ہوگیا تھا، کہا کہ میں عورت ذات ہوں ، مجھے الہام ولہام تو کچھ نہیں ہوا،مگر میں یہ بات نہ بتلاؤں گی اس میں ایک راز ہے ،بادشاہ نے کہا: راز شوہر سے چھپایا جائے تعجب کی بات ہے، پھر جب کہ میں بادشاہ ہوں ،سیاست ملک میں اس کی ضرورت ہوسکتی ہے،اس وجہ سے ظاہر کردینا ہی مصلحت ہے، ممکن ہے اس راز کا علم میرے لیے مفید ہو، بیگم نے کہا کہ یہ راز میں نے آج تک کھولا نہیں، بادشاہ نے بہت اصرار کیا کہ یہ تو بتلانا ہی پڑے گا، مجبور ہوکر بیگم نے وہ راز ظاہر کیا اور یہ ہی بات قابلِ عبرت ہے ۔بیگم نے کہا کہ جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے عہد کرلیا تھا کہ حلال رزق کھاؤں گی حرام اور مشتبہ سے قطعی پرہیز کروں گی ،چنانچہ میں نے نو ماہ تک لقمۂ حلال اور بے شبہ رزق ہی کھایا، حرام اور مشتبہ میرے قریب تک نہ آسکا اور کہا کہ حرام و مشتبہ لقمہ سے ناپاک خون اور گوشت پیدا ہوگا اور اس سے افعال واعمال بھی ناپاک ہی سرزد ہوں گے، اسی سے نافرمانیاں اور بدکاریاں عمل میں آئیں گی ،اور ناپاک افعال میں سے بزدلی بھی ہے اور جو خون حلال وطیب روزی سے پیدا ہوتا ہے اس سے پاک اعمال صادر ہوتے ہیں اور پاکیزہ اعمال میں شجاعت اور بہادری بھی ہے جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ سینہ پر گولی کھاسکتا ہے پشت پر نہیں ،دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو کسی دودھ پلانے والی کے سپرد نہیں کیا، بلکہ اس کو خود ہی دودھ پلاکر پرورش کیا، دودھ پلانے کے دوران میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کرتی رہی کہ

دودھ پلانے سے پہلے وضو کرتی اور دو رکعت نماز ادا کرتی، اس کے بعد اس کو دودھ پلانے کے لیے چھاتی سے لگاتی تھی، میں اس مدت میں بھی لقمۂ حلال اور پاکیزہ روزی کا سخت اہتمام کرتی رہی، ان وجوہات کے سبب میں نے دعویٰ کیا تھا کہ شہزادہ کا بزدلوں کی طرح پشت دکھا کر بھاگ آنا ممکن نہیں۔

فائدہ: یقیناً آج ہمارے گندے اخلاق ہماری مشتبہ اور حرام کمائیوں کا نتیجہ ہے، حرام اور مشتبہ روزی میں یہ صفت ہے کہ طبیعت نیکی کی طرف نہیں چلتی، گناہوں کی جرأت ہوتی ہے، خیر کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، اسی کو غالبؔ کہتا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

حرام روزی کا بُرا اثر: ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے گھر تشریف لا کر پوچھا کوئی میٹھی چیز ہے؟ صاحبزادی نے کہا لڈو رکھے ہیں، آپ نے ایک لڈو تناول فرمالیا، صبح کو آپ نے معلوم فرمایا وہ لڈو کون لایا تھا، بتلایا گیا فلاں صاحب یہ لڈو دے گئے تھے! فرمایا: یہ لڈو پاک کمائی کے نہ تھے، رات قلب پر سیاہی طاری رہی اور طبیعت کا میلان گناہوں کی طرف ہوا، قسم قسم کے خیالات نے پریشان کیا، آپؒ نے استفراغ (قے) کیا اور تین روزے رکھے، یہ ہوتا ہے حرام روزی کا اثر۔ اب حلال اور پاک روزی کی برکت بھی سنیے۔

رِزق حلال کی برکت: ایک بزرگ دیوبند میں شاہ جی کے نام سے معروف تھے، حلال روزی کا بہت اہتمام کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ روزآنہ جنگل سے ایک بوجھ گھاس کا لاتے تھے، اس کو فروخت کرتے، گھاس کی گٹھری کی قیمت چھ پیسے مقرر تھی، ضرورت مندوں میں سے ہر شخص منتظر رہتا تھا کہ شاہ جی گھاس لائیں اور ہم خریدیں، جب آپ گھاس لے کر بازار میں آتے، ہر شخص

دوڑتا،آپ کا اصول تھا جو بھی گٹھری پر پہلے ہاتھ رکھ دیتا،شاہ جی گھاس کی گٹھری اسی کے حوالے کر دیتے تھے، قیمت متعین تھی ہی،شاہ جی ان پیسوں کو اس طرح صرف کرتے تھے کہ ان چھ پیسوں میں سے دو پیسے تو اسی وقت صدقہ کر دیتے اور دو پیسے سے اپنے گھر کا خرچ چلاتے تھے،کھانا لکڑیاں وغیرہ خرید لیتے، سستے کا وقت تھا، منصوری پیسے اور پائیوں کے کیٹھے ہوتے تھے تو صرف دو پیسوں میں اس زمانہ ضرورت بھر کی چیزیں آجاتی تھیں۔اور دو پیسے جمع کر کے رکھتے تھے،سال بھر میں سات آٹھ روپے جمع ہوجاتے تو ان روپیوں سے ہمارے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی،حضرت حاجی امداداللہ صاحب،حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہم رحمہم اللہ کی دعوت کرتے تھے،مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ فرماتے تھے کہ ہم لوگ سال بھر ان کی دعوت کا انتظار کرتے رہتے تھے؛ کیونکہ شاہ جی کی حلال روزی کی دعوت کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس چالیس روز تک قلب میں نور موجزن رہتا تھا،یہ نورانی اثر پاک کمائی کا ہے،اس کے مقابلے میں حرام کمائی سے قلب میں سیاہی بھی اسی طرح پیدا ہوتی ہے۔

عمل کی توفیق کیوں نہیں ہوتی؟علم اب بھی بہت ہے،ہزاروں مدارس ہیں،سینکڑوں اخبار ورسائل وغیرہ بھی نکل رہے ہیں، وعظ وارشاد کی مجالس بیشمار قائم ہوتی ہیں،علماء جگہ جگہ موجود ہیں،لیکن اب عمل ہے نہ اس کے جذبات اور ظاہر ہے کہ جب عمل کے جذبات ہی مردہ ہوگئے تو علم کے کسی ماحول سے دلچسپی اور خاص تعلق نہیں، جب پیاس ہی نہیں تو بہتے دریاؤں کی طرف توجہ کیوں ہو،عمل کے جذبات مردہ کیوں ہوتے ہیں اور عمل کی توفیق کیوں نصیب نہیں ہوتی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حلال روزی کا اہتمام نہیں۔معدہ ایک خول ہے،اگر اس کو حرام سے پُر کیا جائے گا تو اعمال وافعال بھی حرام ہی سرزد ہوں گے،اگر یہ پاک رزق سے بھرا گیا ہے،تو اس سے پاکیزہ اعمال ہی

نکلیں گے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ، ہر برتن سے وہی چیز باہر آئے گی جو اس میں بھری گئی ہے ،میں دیکھتا ہوں اسٹیشنوں پر گنوں کی ریل گاڑیاں بھری کھڑی رہتی ہیں، یہ مال لدھان ہوکر ملوں میں جاتا ہے،مل والوں کا مال ہوتا ہے،لیکن لوگ بے باکی سے ان گاڑیوں میں سے گنّے کھینچتے ہیں اور نہایت بے خوفی اور بے شرمی سے کھاتے ہیں،تو جب انسان اس طرح بے باک ہوں اور حلال وحرام میں تمیز نہ کریں تو نور کہاں سے پیدا ہوگا،رحم والی اور خدا کے خوف والی زندگی کیسے حاصل ہوسکے گی؟اور جب بڑوں کا یہ حال ہے تو چھوٹوں پر اس کا اثرِ بد لازمی امر ہے،چنانچہ ٹرکوں میں سے بچے بھی بے تحاشا گنّے کھینچتے ہیں،بچوں کو کیوں اس کا احساس ہوگا،جبکہ بڑوں کو احساس نہیں۔

تربیتِ اَولاد کی اہمیت: اِسی وجہ سے اسلام نے تربیتِ اولاد کو بہت اہمیت دی ہے اور تربیت پیدائش کے وقت ہی سے شروع ہوگی ،ماں باپ حلال کھائیں ،احتیاط وپرہیز گاری اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں تو اولاد بھی اچھی ہوگی ،نیک اور صالح اٹھے گی ،حدیث میں ہے کہ خَیْرُ الْاَبْنَاءِ خَیْرُ الْاٰبَاءِ اچھے باپوں کی اولادیں بھی اچھی ہی ہوتی ہیں،حدیث قدسی میں ہے کہ جب کوئی نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر لعنت کرتا ہوں اور اس لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے اور جب کوئی نیکی کرتا ہے تو میں اس پر رحمت بھیجتا ہوں اور اس رحمت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے ،تو اولاد کی برائی میں ماں باپ کا قصور ہے ،جیسی روشنائی ہوگی ویسے ہی حروف چمکیں گے جس رنگ کی روشنائی ہوگی اسی رنگ کے حروف ہوں گے ،روشنائی سرخ ہے تو حروف بھی سُرخ ،روشنائی سیاہ ہے تو حروف بھی سیاہ بنیں گے ،اسی طرح اگر روشنائی چمکدار ہے تو چمکدار ہی حروف بنیں گے ، بس جیسی روشنائی ویسے حروف، جیسے ماں باپ ویسی ہی اولاد۔قوم کا بگاڑ ،سدھار افراد کے بگاڑ سدھار پر موقوف ہوتا ہے ،قوم کیا ہے ۔ہم اور آپ مل

کرقوم بن گئے، بقولِ شخصے کسی عورت نے دوسری عورت سے پوچھا فوج کیا ہوتی ہے؟ اس نے کہاں: تیرا جسم میرا جسم یہی فوج ہوتی ہے، اسی طرح ہم اور آپ قوم ہیں، ہم اچھے ہیں تو قوم اچھی ہے، ہم بُرے ہیں تو قوم بُری۔

بُری اَولاد خدا کا عذاب ہے:

بعض اولاد والدین پر ہاتھ اُٹھا دیتی ہے، یہ درحقیقت انتقامِ خداوندی ہے اور والدین کے اس قصور کی سزا ہے کہ انہوں نے اس اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت نہیں دی، جس کی بنا پر حق تعالیٰ نے اس کو والدین پر مسلط کر دیا کہ ان کو دنیا میں بھگتو! آخرت کی بات تو بعد کی ہے، اولاد کی اصلاح نہیں ہوئی آوارہ ہوگئی، غلط سوسائٹی میں بیٹھ گئی، سنیما اور تماشے (ڈرامے) دیکھنے کی عادی ہوگئی، بیڑی، سگریٹ اور شراب نوشی کرنے لگی، کمائی نہیں کرتی، کسی محنت کی عادی نہیں، تو اِن سب فضولیات کو آپ سے پورا کرنا چاہیں گے اور جب ان کی یہ خواہشات پوری نہ ہوں گی اور ماں باپ آڑے آئیں گے، تو وہ غُرّائیں گے، مار پیٹ کریں گے، بلکہ بڑھاپے میں ماں باپ کو گھر سے نکال کر باہر کر دیں گے، یہ مصیبت سزا ہے تعلیم وتربیت میں کوتاہی کرنے کی، آپ نے ان کو خدا کا نافرمان بنایا، خدائے پاک نے ان کو آپ کا نافرمان بنا کر آپ کے اوپر مسلط کر دیا، یہ مصیبت تو اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے، ان کے بچپن میں آپ نے ان کی حق تلفی کی ہے تو وہ بڑے ہو کر آپ کے حقوق کی ادائیگی کیوں کریں، آپ نے حق تلفی کر کے ان کو حق تلفی ہی سکھائی ہے، حق ادا کر کے حقوق کی ادائیگی تو سکھلائی نہیں۔

نیک اَولاد اللہ کی زبردست رَحمت ہے:

اس کے بالمقابل اولاد صالح ہے جس کی تعلیم وتربیت میں والدین نے غفلت نہیں کی، حدیث

میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی برابر جاری رہتا ہے ان میں سے ایک صدقۂ جاریہ ہے جب تک مخلوق اس سے مستفید ہوتی رہے گی، اس کا ثواب کرنے والے کی روح کو برابر پہنچتا رہے گا۔

مثلاً کسی نے کوئی کنواں کھدوایا، تو جب تک خلقِ خدا اس سے سیراب ہوتی رہے گی اس وقت تک اس کا ثواب کنویں کے بانی کو پہنچتا رہے گا، مدرسہ تعمیر کرادیا تو جب تک طلباء اس میں پڑھیں گے اور وہ دوسروں کو بھی پڑھائیں گے، پھر دوسرے اوروں کی تعلیم و تربیت کریں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا، تو مدرسہ بنوانے والا نیز اس میں امداد کرنے والے قیامت تک مستفید ہوتے رہیں گے، ان کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا رہے گا، اسی طرح سرائے اور مسافر خانہ بنوانے، سڑک تعمیر کرانے والوں کو اس وقت تک ثواب پہنچتا رہے گا جب تک لوگ ان کو استعمال کرتے رہیں گے ۔ دوسری چیز علم نافع ہے، کسی شخص نے علم دین پڑھا اور پڑھایا تو جب تک یہ سلسلہ چلے گا برابر اجر و ثواب کے ذخیرے اس کو پہنچتے رہیں گے، اسی وجہ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے، قرآن کے الفاظ ہوں یا اس کے معانی یعنی علوم دینیہ سب تعلیم قرآن میں داخل ہیں، قرآنی علوم سب سے زیادہ قیمتی اور اونچے ہیں تو ان کا سلسلہ جاری کرنے والا بھی سب سے اچھا ہوگا۔ تیسری چیز ولدِ صالح یعنی نیک اولاد ہے، اولاد کی تعلیم و تربیت ہوگی تو نیک بنے گی اور اس کے علم اور اصلاح و تقویٰ سے لوگ مستفید ہوں گے اور یہ سلسلہ تا قیامت رہے گا تو ثواب بھی ہمیشہ جاری رہے گا، ہزاروں کنویں، مسافر خانے، مدرسے نہ بنوائے اور ایک ولدِ صالح اور نیک بیٹا چھوڑ جائے تو اس ایک نیک بیٹے سے یہ تمام خیر کے دروازے کھل سکتے ہیں اور تمام اقسام و انواع کے جاری رہنے والے ثواب اس کو مل سکتے

ہیں،حدیث میں یَدْعُوْلَهٗ کالفظ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نیک بیٹا اپنے والدین کے لیے ان کے مرنے کے بعد بھی دعائے خیر کرتا رہے اور اور کہے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا اے میرے پروردگار! تو ان دونوں پر ایسا رحم فرما جیسا انہوں نے مجھ کو شفقت اور پیار سے ایسے وقت پالا پوسا جب کہ میں عاجز اور کمزور بچہ تھا، جب مجھ پر انہوں نے بے بسی اور ضعیفی کی حالت میں رحم کیا ہے آج وہ کمزور یا بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے تو ان پر بھی رحم فرما، یہ دعا تعلیم وتربیت ہی کی جزا اور بدلہ ہے، یہ والدین کی محنت کا پھل ہے جب کہ تعلیم وتربیت نہ کرنے کی شکل میں وہ انتقام ہے کہ وہ والدین کو مارے گا، گھر سے نکالے گا، والدین کو اس کی نافرمانی اور بری عادتیں بھگتنی پڑیں گی۔

تعلیم قرآن پر عزت کا تاج:

حدیث میں ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن (اولین وآخرین کے سامنے) ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پھر اس کے متعلق کیا گمان ہے جس نے خود یہ کام کیا ہو۔

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف پڑھائے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا پڑھنا شروع کر جب وہ ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا، یہاں تک کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔ (فضائل قرآن)

غور فرمایئے کہ دنیا میں جب کسی بادشاہ کی تاج پوشی ہوتی ہے، تو بڑا مجمع ہوتا ہے اور یہ اس کے

لیے بڑے فخر کی بات ہے، قرآن پاک پڑھانے والے کی تو خدائے تعالیٰ ساری مخلوق، اولین وآخرین کے سامنے تاج پوشی فرمائیں گے اس کے لیے کتنے بڑے فخر کی بات ہوگی، یہ نورانی تاج اس وجہ سے ملا کہ جس نے اپنی اولاد کو قرآن پڑھایا گویا اس کو نور سے بھر دیا؛ کیونکہ قرآن پاک نور ہے اس کی جزاء میں نورانی تاج ملا، نورانی عمل تو نورانی جزا، جیسا عمل ویسا ہی اس کا پھل، حق تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طے ہے کہ جو اپنی اولاد میں یہ نور بھر دے گا وہ اس کو نورانی تاج دے کر منور کر دے گا، الحاصل اولاد کی اچھی تربیت کا نفع والدین کی طرف لوٹنے والا ہے آخرت میں بھی جیسا معلوم ہو چکا ہے اور دنیا میں بھی اعمال کی برکات حاصل ہوتی ہیں، چنانچہ نیک اولاد والدین کی خدمت وعظمت کرتی ہے، والدین کی فرمانبرداری اور اطاعت میں مصروف رہتی ہے اور ماں باپ کے نام کو دنیا میں روشن کرتی ہے، لوگ اس کی نیکی سے متاثر ہو کر کہتے ہیں: کیسے نیک بخت ماں باپ کا سپوت ہے، کیسی اچھی کوکھ تھی جس نے اس کو جنم دیا اور کیسی مبارک پشت تھی اس کے باپ کی جس کا یہ نطفہ ہے۔

نادان اولاد ایک وبال ہے: اولاد کو جاہل ونادان رکھنے کا نقصان بھی والدین کی طرف لوٹتا ہے، آخرت میں تعلیم کے اجر وثواب، اعزاز واکرام سے محرومی کے علاوہ سخت باز پرس اور کڑی سزا ہوگی، دنیا میں خدمت سے محرومی کے علاوہ ایسی اولاد والدین اور خاندان کے لیے باعثِ رُسوائی وبدنامی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تو کیسے بُرے ماں باپ کا ہے جنہوں نے تجھے تمیز نہیں سکھائی، کیسے نادان وبے ادب ماں باپ تھے، وہ ماں کتنی بد بخت تھی جس نے تجھ کو جنا، وہ باپ کتنا منحوس تھا جس کے گھر تو پیدا ہوا اور پلا۔

آج کی پست ذہنیت: آج کل لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر ہم نے اپنی اولاد کو قرآن پڑھا دیا تو روٹی کہاں سے کھائیں گے، روٹی کیسے ملے گی، گویا روٹی قرآن سے مقدم

سمجھی جاتی ہے، میں کہتا ہوں کہ روٹی ملنا علم پر موقوف نہیں، روٹی تو جہالت سے بھی مل جاتی ہے ،اگر روٹی علم سے ملتی تو سارے جاہل بھوکے مرجاتے ،علم اس لیے نہیں کہ اس سے روٹی کھائیں ،کھانا تو چوپاؤں کو بھی ملتا ہے،انہوں نے کونسے اسکول میں پڑھا ہے ؟کونسے کالج کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔علم تو امن وامان ،ایمان واسلام کے لیے پڑھا جاتا ہے،علم انسان اور آدمی بننے کے لیے پڑھا جاتا ہے،روٹی تو سب کو اپنی اپنی قسمت کی ملتی ہی ہے **اَلَا اِنَّ نَفۡسًا لَنۡ تَمُوۡتَ حَتّٰی تَسۡتَکۡمِلَ رِزۡقَهَا** کسی کو اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک کہ وہ اپنی قسمت کا رزق پورا پورا نہ کھالے،جیسے چیزوں کے ڈھلنے کے لیے مختلف فیکٹریاں ہوتی ہیں اسی طرح یہ مدرسے فیکٹریاں ہیں جن میں انسان ڈھلتے ہیں اور انسان آدمی بنتے ہیں،اس لیے علم ہی مقدم ہے،رہی روٹی کی بات توخدا کے فضل سے علماء کو اتنا کچھ ملتا ہے کہ کسی کو مل نہیں سکتا اور خواب وخیال میں بھی نہیں آتا۔

دنیوی تعلیم میں روٹی ملنے کے لیے **ایک** حد مقرر ہے:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیوی تعلیم میں روٹی ملنے کے لیے **ایک** حد مقرر ہے جب تک اس حد کو نہ پہنچے گا اس کو روٹی نہیں ملتی ،کوئی میٹرک ہو،یا بی اے ہو، یا ایم اے ہو،یا ایل ایل بی گریجویٹ ہو تو حکومت اس کو لیتی ہے اس طرح روٹی نصیب ہوتی ہے،چھوٹی موٹی تعلیم والے کو کون پوچھتا ہے؟

آج کل میٹرک پاس تو ہزاروں جوتیاں ٹرخاتے پھر رہے ہیں،کوئی ان کو گھاس نہیں ڈالتا،ہزاروں انجینئر اور سیر پریشان حال گھوم رہے ہیں کوئی ان غریبوں کو نہیں پوچھتا، ڈاکٹر ،گریجویٹ،اونچی اونچی ڈگریوں والوں کو حکومت کہیں نہ کہیں چپکا لیتی ہے وہ بھی جب کہ معقول رشوت یا وزنی سفارش ہو اور مسلمان نہ ہو،ورنہ کتنے ہی لوگ ڈگریاں لیے ہوئے روٹی کے لیے

چکر لگا رہے ہیں ۔ابھی کلکتہ میں ایک کلرک کی جگہ خالی ہوئی ، ہزاروں درخواستیں پہنچ گئیں ، ظاہر ہے کہ ایک ہی کلرک تو اس جگہ پر رکھا جائے گا ، یہ حال ہے دنیوی تعلیم کی نا کامی کا ۔

علم دین میں روٹی ملنے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں :

اور دینی تعلیم میں روٹی کے لیے کوئی شرط نہیں ہے ، جتنا بھی پڑھ لے گا روٹی ضرور ملے گی ، کوئی بڑا عالم ہو گیا تو دنیا کے ہزاروں آدمی اس کو ہدیے ، تحفے اور نذرانے بڑی لجاجت اور خوشامد سے پیش کریں گے اور وہ ان کو بڑے نخروں سے قبول کرے گا ، قیمتی کاریں اس کے سفر کے لیے اور دنیا کی بڑی بڑی کوٹھیاں (اور ہوٹل) اس کے قیام کے لیے پیش کی جائیں گی اور وہ صرف لوگوں کی دلجوئی کے لیے گاہے گاہے قبول کرلے گا ۔اور اگر کوئی چھوٹا عالم ہو گیا تو وہ بھی کسی مدرسہ میں ملازمت کر کے روٹی بھی حاصل کرے گا اور اس کی عزت کرنے والے بہت شاگرد اور ان کے متعلقین اللہ کے فضل سے پیدا ہو جائیں گے ، اگر حافظ ہو گیا تو کسی مکتب میں معلم بن کر یا امامت کر کے روٹی حاصل کرلے گا اور روٹی بھی باعزت طریقہ سے حاصل ہو گی ۔

ہارے درجہ کا ناظرہ خواں اگر کوئی ہے تو کہیں گاؤں میں امامت کر کے چین اور آرام کی زندگی بسر کرے گا ، کچھ بھی نہیں پڑھا صرف اذان سیکھ لی تو بھی کسی مسجد میں رہ کر ٹھاٹھ سے گذارے گا اور سکون کے ساتھ اللہ اللہ بھی کرتا رہے گا اور یہ دولت دنیا کے کاموں میں اُلجھ کر نصیب نہیں ہو سکتی ۔

لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن مت پڑھاؤ روٹی نہیں ملے گی حماقت اور جہالت ہے ؛ بلکہ دنیوی تعلیم میں روٹی ملنا مشکل اور مشکوک ہے اور دینی تعلیم زیادہ ہو یا تھوڑی اطمینان وراحت کے ساتھ روٹی ملنا یقینی امر ہے اور یہ مشاہدہ ہے اس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا ۔ہاں خود ہی کسی کا عمل اچھا نہ ہو تو دوسری بات ہے ، ورنہ دنیا دار ان کے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی عزت

کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ بات دنیاوی تعلیم والوں کو کہاں میسر آسکتی ہے۔

دنیا دین والوں کے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے:

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ لال کرتی کے سیٹھ الٰہی بخش جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی تھے حضرت کی خدمت میں پانچ چھ ہزار اشرفیوں کی دو تھیلیاں لے کر اس خیال سے آئے کہ حضرت کو یہ رقم پیش کروں گا، ساتھ ساتھ طبیعت میں یہ غرور بھی تھا کہ آج تو حضرت کو یہ ایسا ہدیہ پیش کروں گا کہ کسی نے اب تک نہ پیش کیا ہوگا اور حضرت اس سے بہت خوش ہوں گے، یہی خیال لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت کے قلب پر اس خیال کا انعکاس ہوگیا اور فراست باطنی سے سمجھ گئے یہ ہدیہ اس خیال سے دے رہے ہیں کہ ہماری نگاہ میں ان کی دنیا کی وقعت ہوگی، جس وقت سیٹھ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت حجامت بنوا رہے تھے، سیٹھ صاحب قریب جا کر کھڑے ہوگئے، حضرت نے آہستگی سے دوسری طرف کو رُخ پھیر لیا، بلا اجازت بیٹھ نہ سکے ، آخر چہرہ کی جانب جا کھڑے ہوئے آپ نے اپنا رُخ ادھر سے دوسری سمت کو موڑ لیا، یہ پھر اس طرف آئے تو ادھر سے بھی منہ پھیر لیا، غرضیکہ حضرت نے ان کو تین چار چکر اسی طرح لگوائے جب حجامت سے فارغ ہوئے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے، سیٹھ صاحب کے ہاتھ تھیلیوں کے وزن سے کپکپا رہے تھے، آپ نے ان کو بیٹھنے کے لیے فرمایا، گفتگو شروع ہوئی، دورانِ گفتگو میں وہ تھیلیاں پیش کیں، حضرت نے لینے سے صاف انکار کر دیا، کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے قبول کرنے پر اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا: بھائی میں مدرسہ میں ملازم ہوں، مجھے یہاں سے سات روپے ملتے ہیں، ان میں میرا خرچہ خوب چل جاتا ہے؛ بلکہ ایک آدھ روپیہ بچ جاتا ہے تو اس کو تقسیم کرنے میں اور مستحق کو پہنچانے میں پریشانی ہوتی ہے، اتنا بڑا بوجھ کس طرح اپنے ذمہ رکھ لوں، سیٹھ صاحب نے

کہا: حضرت یہ رقم طلباء ہی پر تقسیم فرمادیجیے، فرمایا: مجھے اتنی فرصت نہیں یہ کام آپ کا ہے، آپ خود ہی تقسیم کریں جب کسی طرح بات نہیں بنی، غرور کا اچھی طرح آپریشن ہوگیا اور یقین ہوگیا کہ دینداروں کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں، تو چل دیے مگر سیٹھ صاحب تھے بہت غیرت مند، ان اشرفیوں کو اپنے ساتھ لیجانا گوارا نہیں کیا؛ بلکہ دونوں تھیلیاں حضرت کے پاس لوٹ کر چلے گئے، حضرت جب وہاں سے اُٹھے تو جوتیاں تلاش کیں، نہیں ملیں حافظ انوار الحق صاحب نے جو حضرت کے خادم تھے بتلایا کہ جوتے اشرفیوں میں دبے پڑے ہیں، حضرت نے جوتیاں ان میں سے نکال کر پہن لیں اور اشرفیاں وہیں چھوڑ دیں، راستہ میں حافظ انوار الحق صاحب سے مسکرا کر فرمایا کہ دنیا سے منھ موڑتے ہیں تو جوتوں میں آکر پڑ جاتی ہے، کماتے ہم میں بھی ہیں اور دنیا دار بھی، مگر دنیا ہمارے پاس ذلیل ہوکر جوتیوں میں آتی ہے اور دنیا دار خود دنیا کے لیے ذلیل ہوتا ہے اور جوتے کھاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا اللہ والوں کے سامنے اپنے سر پر خاک ڈالتی ہوئی ذلیل ہوکر آتی ہے، لہٰذا مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ دنیا کے لیے ذلیل ہو، رازق کو چھوڑ کر رزق کے خیال میں پریشان ہو اور خود ہی اپنا رازق بن بیٹھے۔

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں — رزق کا خیال ہے رزّاق کا خیال نہیں

دراصل ایک کام ہمارا ہے ایک خدا کا: اصل میں کام دو ہیں ایک تو ہمارا اور ایک خدا کا، ہمارا کام تعلیم و تربیت اور نماز و عبادت ہے اور حق تعالیٰ کا کام رزق دینا، پرورش فرمانا **وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَانَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ** اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور اس کی خود بھی پابندی کیجیے ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کریں گے رزق تو ہم آپ کو دیں گے، آپ کا جو کام ہے وہ آپ کریں جو خدا کا کام

ہے وہ خدا کرے گا، رزق دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا آپ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔ لیکن اگر آپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے؛ بلکہ وعدہ خلافی کرتے ہیں، تو وہ بھی رزق کے دروازے بند کر سکتے ہیں، ارشاد ہے: **اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ** تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کردوں گا، اور رزق کے دروازے بند کرنے کا مطلب یہی نہیں کہ کچھ نہ ملے، یہ بھی رزق کا دروازہ بند ہونا ہے کہ سب کچھ ملے مگر سکونِ دل نصیب نہ ہو جس سے رزق کی لذت ہی نہ رہے۔ حضور ﷺ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: قحط کیا ہے ؟ عرض کیا گیا: قحط یہ ہے کہ بارش نہ ہو، غلہ پیدا نہ ہو، انسان کو کھانا نہ ملے، فرمایا: قحط یہ نہیں؛ بلکہ قحط یہ ہے کہ برکت اُٹھ جائے، روٹی موجود ہے مگر چین نصیب نہیں، کہتے ہیں کہ روٹی کو ہم کھا رہے ہیں اور روٹی ہم کو کھا رہی ہے۔ اصل اطمینانِ قلب ہے، اطمینانِ قلب ہے تو کھانا پینا بھی ٹھیک ہے ورنہ تو کچھ بھلا معلوم نہیں ہوتا اور حصولِ اطمینان کی صورت امتثالِ امر ہے۔ یعنی ہم وہ کریں جو ہمیں کرنے کا حکم ہے اور ہم کیا کریں اس کا علم تعلیم دین سے ہوگا، گویا ہر اک راحت کا دروازہ تعلیم دین ہے۔

تعلیم دنیا اور تعلیم دین میں ایک اور فرق: اگر کوئی شخص صرف دنیوی تعلیم حاصل کرتا ہے اس کو دین حاصل نہیں ہو سکتا، دنیا بنے نہ بنے آخرت تو یقیناً برباد ہو جائے گی اور اگر کوئی تعلیم دین اپنے دین کو سنوارنے کے لیے حاصل کرتا ہے تو آخرت تو بَن ہی جائے گی لیکن دنیا بھی اس کو ضرور ملے گی اور ذلیل ہو کر اس کے سامنے آئے گی، گویا علم دین میں راحت دارین ہے، گو مقصود تعلیم دین کا صرف رضائے حق ہے اور جس نے اللہ کو حاصل کر لیا سب کچھ اس کا ہے ؎

تعلیم علم دیں کا خلاصہ یہی تو ہے　　　سب کچھ ملا اسے جسے اللہ مل گیا

خلاصۂ کلام: میری گزارش کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل دین کا سیکھنا اور سکھانا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ دنیوی تعلیم نہ سیکھی جائے، دنیوی تعلیم بھی حاصل کرو مگر اصل دینی تعلیم ہے، دنیوی تعلیم کی ضرورت اسی چندروزہ زندگی کے لیے ہے، قبر میں سائنس کام نہیں آئے گی، سائنس کی ایجادات ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ لے کر کوئی قبر میں نہ جائے گا کہ اس کے ذریعہ اُڑ کر خدا تک پہنچ جائے، جنت میں چلا جائے، جنت میں تو اعمالِ صالحہ کا ہوائی جہاز لے جائے گا، جنت کی سواریاں اعمالِ صالحہ ہیں، یہ دنیوی سواریاں وہاں نہیں چلیں گی، حدیث میں ہے **سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ فَاِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ**، اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ بناؤ یہی قربانیاں پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی، آپ کی نمازیں جنت کے مکانات ہوں گے، اعمالِ صالحہ جنت کی نعمتیں ہوں گی اور نماز و اعمالِ صالحہ علم پر موقوف ہیں، روایت میں مذکور ہے کہ دنیا میں رہنے کے لیے دنیا میں رہنے کے بقدر کام کرو اور آخرت کے لیے وہاں رہنے کے لائق، ظاہر ہے کہ دنیا بہت جلد فنا ہونے والی اور تھوڑی دیر کا تماشہ ہے اور آخرت کی زندگی پائیدار، ہمیشہ ہمیش رہنے والی زندگی ہے، لہٰذا آخرت کے لیے علم کی بھی زیادہ ضرورت ہوئی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن پاک میں سب سے پہلے **اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ** والی آیت نازل ہوئی، اس میں تعلیم کا حکم دیا، مسلمانوں کو تعلیم کا حکم دے کر اسی میں یہ بھی بتلایا کہ تعلیم سے مقصود کون سی تعلیم ہے اور اس تعلیم کے تعارف کے لیے **بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ** فرمایا، وہ تعلیم جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہو۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علم وہی علم کہلانے کا مستحق ہے جس سے خدائے تعالیٰ کے حقوق اور ان کی ادائیگی کے طریقے معلوم ہوں۔

مدرسۂ نظامیہ بغداد کا ایک سبق آموز واقعہ: بغداد میں نظام الملک طوسی نے ایک

مدرسہ قائم کیا، جو مدرسہ نظامیہ کے ساتھ مشہور ہوا اس میں ہزاروں طلباء تعلیم کی غرض سے داخل کیے گئے اور خزانہ شاہی کا ایک بڑا حصہ اس پر صرف کیا گیا، اس مدرسہ کے صدر مدرس علامہ ابن دقیق العیدؒ بہت بڑے جلیل القدر محدث ہوئے، کچھ دنوں بعد شکایات پہنچیں کہ آپ فضول اس مدرسہ پر اتنا روپیہ خرچ کر رہے ہیں جس سے کوئی فائدہ نہیں، شکایات سن کر ایک دن دل میں آیا کہ کم از کم معائنہ کیا جائے آیا یہ خزانہ صحیح مصرف میں خرچ ہو رہا ہے یا یوں ہی ضائع ہو رہا ہے، چنانچہ مدرسے میں پہنچے دیکھا کہ ہزاروں طلباء پڑھ رہے ہیں، مطالعہ اور تکرار میں مشغول ہیں، نظام الملک نے پوچھنا شروع کیا، ایک طالب علم سے پوچھا: کس لیے پڑھ رہے ہو، جواب دیا کہ میرا باپ قاضی القضاۃ ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے بعد اس عہدہ کو میں سنبھال لوں، اس زمانہ میں بی اے، ایم اے نہیں تھے، یہی اس قسم کے عہدے ہوتے تھے، دوسرے سے پوچھا: تو اس نے کہا میرا باپ مفتی ہے، میں اس وجہ سے پڑھ رہا ہوں کہ میں بھی اس مرتبہ کو حاصل کرلوں، کسی نے کہا میرا باپ فلاں محکمہ کا وزیر ہے، میں بھی اس عہدہ پر فائز ہونا چاہتا ہوں، غرض کہ سب نے اسی قسم کے جوابات دیے، نظام الملک کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ واقعی شاہی خزانہ ضائع ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی بھی نیت درست نہیں اور یہ طے کرلیا کہ اب یہ مدرسہ بند کردوں گا، اس خیال سے واپس ہو رہے تھے کہ ایک طالب علم کو دیکھا جو ایک بوریہ پر بیٹھا ہوا مطالعہ میں مشغول تھا اس کے پاس کھڑے ہوگئے، دس پندرہ منٹ کھڑے رہے، اس طالب علم نے سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کون کھڑا ہے، جب کھڑے کھڑے زیادہ دیر ہوگئی، تو نظام الملک نے خود کہا کہ آپ اوپر سر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں ہیں، ہم اتنی دیر سے آپ کے پاس کھڑے ہیں، طالب علم نے جواب دیا، میں گھر سے پڑھنے کے لیے آیا ہوں کسی کو دیکھنے نہیں آیا، وزیر نے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے

،طالب علم نے کہا جلدی پوچھئے جو پوچھنا ہے ،کہا پوچھنا یہ ہے کہ آپ کیوں پڑھ رہے ہیں
،طالب علم نے جواب دیا کہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، سنئے میں نے بچپن میں اپنے بزرگوں
سے سنا تھا کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور وہی پرورش کرتا ہے ،وہ
ہمارا مالک ہے جس کے ہم مملوک ہیں ،ظاہر ہے کہ ہمارے خالق و مالک کے ہمارے ذمہ بہت
سے حقوق ہوں گے ،جن کی ادائیگی سے وہ راضی اور ادا نہ کرنے سے ناراض ہوگا، میں اس لیے
پڑھ رہا ہوں کہ اس کے حقوق معلوم ہو جائیں تا کہ ان کو ادا کر کے اس کو راضی کر سکوں ،علم حاصل
کرنے سے یہی میری غرض ہے اور بس ،نظام نے کہا اسی ایک طالب علم کی وجہ سے میں اپنے ارادہ
کو ختم کرتا ہوں ،اب مدرسہ بند نہ کروں گا ،اسی طرح اس پر خرچ کرتا رہوں گا ،ورنہ میں آج مدرسہ
بند کرنے کا ارادہ کر چکا تھا ،اس ایک طالب علم کی وجہ سے تمام صرفہ کامیاب ہے ۔یہ طالب علم کون
تھے؟ یہ وہ طالب علم تھے جو بعد میں امام محمد غزالی مشہور ہوئے ،حقیقت یہ ہے کہ امام اسی طرح
بنا جاتا ہے ،صحیح نیت کے ساتھ تعلیم میں پورا پورا انہماک ہو ،امام بننا سہل نہیں بڑی محنتیں درکار ہیں
۔ایک دن سب کو یہاں سے چلے جانا ہے ،یہ عارضی زندگی چند دن کا قصہ ہے اس کا علم بھی عارضی
ہے ،آخرت کی طویل زندگی ہی کے لیے علم حاصل کرنا چاہیے۔

سب سے پہلی آیت :اسی اہتمام تعلیم کی وجہ سے حق تعالیٰ نے قرآن میں سب سے
پہلے یہ آیت نازل فرمائی :**اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ** ،پڑھ اپنے
رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ،پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹکی سے ،گندی چیز سے ۔ایسا انسان
پیدا کیا جس میں عقل بھی ہے اور علم و کمال بھی ،**اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ** پڑھ اور
تیرا رب سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا ،انسان کو جن وسائل سے علم حاصل

ہوتا ہے ان میں سے ایک قلم بھی ہے، اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اس کے کرم کا ایک زبردست ثبوت ہے
اس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا، جو چیزیں ذہن میں ہوتی ہیں انسان قلم کے ذریعے ان کو کاغذ
پر نقش کر دیتا ہے پھر لکھنے والا بھی ان کو سمجھ لیتا ہے اور بھولی ہوئی بات کو یہ نقش دیکھ کر یاد کر لیتا ہے اور
دوسرے لوگ بھی گو سینکڑوں اور ہزاروں سال گزر گئے ہوں، نیز یہ ایک کے سینہ کا مضمون دوسرے
کے سینے میں پہنچ جانے کا بھی ذریعہ ہے، قلم ہی سے دینی اور دنیوی علوم آئندہ نسلوں تک
بحفاظت پہنچتے ہیں۔ قلم ایک بے شعور اور بے جان چیز ہے، مگر اس رب اکرم کا کرم اور اس
کی قدرت دیکھئے کہ اس سے ایسا علم نکلتا ہے کہ بڑی بڑی کتابیں بن جاتی ہیں اور ان
کتابوں کو پڑھ پڑھ کر بڑے بڑے عالم بن جاتے ہیں، یہ خدا کی قدرت کا تماشا نہیں تو اور
کیا ہے کہ اس نے بے عقل قلم میں وہ کرشمہ رکھ دیا کہ عقل حیران ہے، حالانکہ اس کو خود کچھ پتہ
نہیں، مگر خدا کی قدرت کہ اس سے بڑے بڑے عقلاء وعلماء کاملین اور فضلاء راسخین پیدا ہوتے
ہیں۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ جس نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا، یہ اس رب
اکرم کے کرم کا دوسرا ثبوت ہے کہ اس نے انسان کو جو خون کی پھٹکی سے بنا ہوا ہے، وہ چیزیں
سکھائیں جن کو وہ جانتا نہ تھا اور صدہا علوم، اصول علوم اور عجائب فنون سکھا کر بنی نوعِ انسان میں
سے انبیاء، علماء، حکماء، عرفاء اور اولیاء بنائے، یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ اور کرم کا مظاہرہ ہے۔

آخری تنبیہ: دنیا میں جو بڑا بنا ہے وہ علم سے بنا ہے، جہالت سے کوئی بڑا نہیں بنا، آج
لوگ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، یہ سب علم سے دور ہو سکتی ہیں، جہالت تو خود ایک ایسا
فتنہ ہے جس سے ہزاروں فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ تم میں سب سے اچھا وہ ہے

جو قرآن سیکھے اور سکھائے، اس کے الفاظ یاد کرلیں تو حافظ بن جائیں، معانی سیکھ لیں تو عالم بن جائیں، اس کی حکمتیں خدائے پاک کسی کو عنایت فرمائیں تو حکیم بن جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک ایک عجیب خزانہ ہمارے پاس بھیجا ہے اور ہم اس سے بہت غافل ہیں۔

خداوند تعالیٰ کے علم کا اہتمام آپ کو معلوم ہو چکا ہے اس نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے آپ کو بھی اس علم کا پورا پورا اہتمام ضروری ہے؛ بلکہ آپ کا کام ہی علم کو پھیلانا ہے، یہی آپ سے مقصود ہے، اسی وجہ سے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم ہی سکھایا، الحاصل انسان کا اصل کام علم کا پھیلانا ہے اس وجہ سے یہ چند جملے آپ حضرات کے سامنے پیش کر کے سمع خراشی کی۔

دُعاء: وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ فقط

اضافہ

دینی تعلیم کی اہمیت

دینی اصطلاح اور قرآن وحدیث کی زبان میں علم سے مراد وہی علم ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آتا ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.** (سنن ابن ماجه: ٢٢٤، جامع بيان العلم: ٨/١، مجمع الزوائد: ١٢٠/١، تنزيه الشريعة: ٢٥٨/١، تدريب الراوى: ١٥٧/٢، التذكرة في الأحاديث المشتهرة، رقم: ٤٣، شعب الايمان للبيهقي، رقم: ١٦٦٣-١٦٦٦)

ترجمہ: علم کی طلب وتحصیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کسی نبی ورسول پر ایمان لانے اوران کو نبی ورسول مان لینے کے بعد سب سے پہلا فرض آدمی پر یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرنے اور جاننے کی کوشش کرے کہ میرے لیے یہ پیغمبر کیا تعلیم وہدایت لے کر آئے ہیں، مجھے کیا کرنا اور کیا چھوڑنا ہے، سارے دین کی بنیاد اسی علم پر ہے، اس لیے اس کا سیکھنا اور سکھانا ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے، اور یہ سیکھنا سکھانا زبانی بات چیت اور مشاہدہ سے بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ عہدِ نبوی ﷺ اور آپ کے بعد کے قریبی دور میں تھا، صحابۂ کرام کا سارا علم وہی تھا، جو ان کو خود رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سننے اور آپ کے افعال واعمال کے مشاہدہ سے یا اسی طرح آپ کے فیض یافتہ دوسرے صحابۂ کرام سے حاصل ہوا تھا، اور اکثر تابعین کا علم بھی وہی تھا جو ان کو حضراتِ صحابہ کرام کی صحبت وسماع سے حاصل ہوا تھا، اور علم لکھنے، پڑھنے اور کتابوں کے ذریعہ بھی حاصل ہوسکتا ہے، جیسا کہ بعد کے زمانوں میں اس کا عام ذریعہ کتابوں کا پڑھنا اور پڑھانا رہا اور آج بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں بقدرِ ضرورت علم دین حاصل کرنا ہر اُس شخص کے لیے فرض وواجب بتلایا ہے، جو آپ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ پر ایمان لائے اور اللہ کا دین اسلام قبول کرے اور اس علم کے حاصل کرنے میں محنت ومشقت کو آپ ﷺ نے ایک طرح کا **"جهاد فی سبیل اللّٰه"** اور قربِ الٰہی کا خاص الخاص وسیلہ اور اس بارے میں غفلت ولا پرواہی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، یہ علم انبیاء علیہم السلام اور خاص کر رسول اللہ کی میراثِ خاص اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے ،اور جو خوش نصیب بندے اس کو حاصل کریں اور اس کا حق ادا کریں وہ وارثین انبیاء علیہم

السلام ہیں، آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کی چیونٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات اُن سے محبت رکھتی اور اُن کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کریں وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب وعذاب کے مستحق ہیں۔

نوٹ: بعض کتابوں میں یہی (اول الذکر) حدیث لفظ "**كُلِّ مُسْلِمٍ**" کے بعد "**مُسْلِمَةٍ**" کے اضافہ کے ساتھ نقل کی گئی ہے، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں "**مُسْلِمَةٍ**" کا اضافہ ثابت اور صحیح نہیں ہے؛ لہٰذا اس زیادتی کو آقائے مدنی ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرنا اکبر من الکبائر (کبیرہ گناہوں میں سے) ہے؛ البتہ "مسلم" کا لفظ معنوی حیثیت سے ہر مسلمان مرد وعورت کو شامل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ۲۸۵/۱)

مختصرًا اتنی بات یاد رہے کہ یہ لفظ حدیث نبوی میں نہیں ہے؛ اس لیے اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ نقل در نقل ایسا کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں، کیوں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی جانب وہی بات منسوب کی جاسکتی ہے، جس کا ثبوت آپ کے قول وفعل یا تقریر سے ہو، اگرچہ یہ لفظ "**مسلمة**" اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے درست اور مصداق کے لحاظ سے ناقابل انکار حقیقت ہے، مگر اس سے اس بات کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ اس کو حدیثِ رسول (ﷺ) کا درجہ دے دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابوالحجاج حلبی مزیؒ فرماتے ہیں: "اپنی پسندیدہ کسی بات کے ایک لفظ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ بات کتنی ہی صداقت وحقانیت

پہنچی ہو؛اس لیے کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:وہ سچ ہی سچ ہے،لیکن ایسا نہیں جو بھی حق اور سچ ہو،وہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان بھی ہو،تفصیل کے لیے دیکھئے۔(ذیل الموضوعات للسیوطی:۲۰۲)

بعض بنات وبنون کے مدارس ومکاتب اور جامعات میں جانے کا اتفاق ہوا،تو وہاں پر جگہ جگہ جلی حرفوں سے لکھا ہوا یہ "مسلمة" کا اضافہ نظر آیا،یاد رہے کہ یہ اضافہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے،اس کی نسبت جناب نبی کریم ﷺ کی طرف کر کے لکھنا، پڑھنا، یا بیان کرنا سخت جرم اور گناہِ کبیرہ ہے،ایسے شخص کے لیے کہ جو جھوٹی بات (یا حدیث) آپ ﷺ کی طرف منسوب کرے،حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے،کہ ایسا شخص جہنمی ہے، اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرنا چاہیے۔جیسا کہ صحاح وحسان میں ہے۔(صحیح البخاری:۵۵)

دینی علوم کی عظمت وفضیلت: علم کی فضیلت وعظمت،ترغیب وتاکید مذہبِ اسلام میں جس بلیغ ودلآویز انداز میں پائی جاتی ہے،اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی،تعلیم وتربیت،درس وتدریس تو گویا اس دین برحق کا جزوِ لاینفک ہے،کلام پاک کے تقریباً اٹھتر ہزار (۷۸۰۰۰) الفاظ میں سے سب سے پہلا لفظ جو پروردگارِ عالم جل شانہ نے رحمتِ عالم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ اِقْـرَأْ ہے،یعنی پڑھ،اور قرآن کریم کی چھ ہزار آیتوں میں سب سے پہلے جو پانچ آیتیں نازل فرمائی گئیں،ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے،ارشادِ خداوندی ہے: اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ . (العلق:۳۔۵) یعنی پڑھ اور جان کہ تیرا رب کریم ہے،جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے،سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

گویا وحیِ الٰہی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف سرکارِ دوعالم ﷺ کے ذریعے

نوعِ بشر کو توجہ دلائی گئی وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم وتربیت کے جواہر وزیور سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا تھا، یہاں ضمناً اس حقیقت کو واضح کردینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاں عام انسانوں کے لیے قلم حصولِ علم کا ایک دنیوی اور مادی ذریعہ ہے، وہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور رب العالمین کے درمیان حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک نورانی اور ملکوتی واسطہ ہیں، یہی وہ ملکوتی واسطہ ہے جس نے آپ ﷺ کو حصولِ علم کے مادی ذرائع سے بے نیاز کردیا اور آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت براہِ راست خودخالقِ کائنات نے فرمائی جس کی تصریح وتشریح کلام پاک میں بایں الفاظ موجود ہے: **وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا.** (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: (اے نبی!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں، جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

علم وحکمت اور دین ودانائی کا درجہ اور علم والوں کا رتبہ اسلام میں کس قدر بلند ہے اس کا اندازہ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. (البقرہ)

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عقل اور دانائی کی باتیں مرحمت فرماتا ہے اور جسے اللہ عقل ودانائی کی باتیں بخشتا ہے اسے بہت بڑی نعمت عطا کرتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. (المجادلۃ:۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجے بلند کردے گا، جو ایمان لائے اور جنھوں نے علم حاصل کیا۔

خود امام الانبیاء جناب نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر اور مختلف پیرایوں میں علم وحکمت کی ترغیب دلائی ہے، جیسا کہ آئندہ تفصیل کے ساتھ احادیث پاک ذکر کی جائیں گی۔

قرآن حکیم کا نظریۂ تعلیم: مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام یا قرآن ہم کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتا نہیں؛ بلکہ تعلیم کو ہمارے لیے فرض قرار دیتا ہے، وہ تعلیم کے ذریعے ہم کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کو حقیقی علم ثابت کرتا ہے، اور اس کو بنی نوعِ انسانی کی حقیقی صلاح وفلاح اور کامیابی وبہبودی کا ضامن بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم حقیقی علم ہے، اور دوسرے تمام علوم وفنون معلومات کے درجہ میں ہیں، ان تمام معلومات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کر سکتے ہیں؛ کیونکہ ان سب کے اصول حضرت آدم علیہ السلام ہی کے خمیر میں ودیعت کردیے گئے ہیں جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا. (البقرة)

اور آدم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں بتا دیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے کیسے بلیغ انداز میں فرمادیا ہے:

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا. (سنن الترمذی:٥١/٥، سنن ابن ماجة:١٣٩٥/٢، مسند الشهاب:٦٥/١، مصنف ابن ابی شیبة:٢٤٤/٧، حلية الاولياء:٣٧٦/٥)

کہ حکمت کو ایک گم شدہ مال سمجھو   جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وحکمت اور صنعت وحرفت کے وہ ذخائر جن کے مالک آج اہل یورپ بنے بیٹھے ہیں ان کے حقیقی وارث تو ہم لوگ ہیں؛ لیکن اپنی غفلت وجہالت اور اضمحلال وتعطل کے سبب ہم اپنی خصوصیات کے

ساتھ اپنے تمام حقوق بھی کھو بیٹھے۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو　　　　پھر پسر وارثِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی علوم کے علاوہ دنیاوی وعصری اور عمرانی علوم کا کوئی شعبہ یا پہلو ایسا نہیں ہے جو اہل اسلام کے ہاتھوں فروغ نہ پایا ہو، علم کیمیا، طب، جراحی، ہندسہ، ریاضیات یا ہیئت وفلکیات، طبیعات وحیوانیات، ارضیات وحیاتیات، معاشیات و اقتصادیات، تاریخ وجغرافیہ اور خدا جانے کتنے بے شمار علوم وفنون اور بیش بہا ایجادات و اختراعات کے ایسے ماہر وموجد گذرے ہیں کہ اس دورِ جدید میں بھی ترقی یافتہ قومیں اپنے جدید سے جدید انکشافات وتحقیقات کے لیے ہمارے آباء واجداد کی تشریحات وتسخیرات کی خوشہ چین اور رہین منت ہیں، جیسا کہ مارگولیتھ، جرجی زیدان، ڈریپر، لیبان، نولڈیکی وغیرہ جیسے شہرۂ آفاق مصنفین ومؤرخین کی بلند پایہ تصانیف سے پتہ چلتا ہے۔

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت　　　　طبیعی، الٰہی، ریاضی و حکمت

طب اور کیمیا، ہندسہ اور ہیئت　　　　سیاست، تجارت، عمارت، فلاحت

لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم　　　　نشاں ان کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

علم کی حقیقت: علم کی حقیقت کے سلسلے میں ایک عام غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ عام طور پر کتابوں کے الفاظ ونقوش کو علم سمجھا جاتا ہے، اور عموماً اسی کو علم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی لیے جس کو الفاظ ونقوش زیادہ یاد ہوتے ہیں اس کا علم زیادہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس کا نام معلومات ہے، علم اور چیز ہے، معلومات اور چیز ہے، یہ ظاہری الفاظ ونقوش علم نہیں ہے؛ بلکہ اظہارِ علم کے آلات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے علم کی تعبیر کی جاتی ہے

علم درحقیقت ایک معنوی چیز ہے،جس کو الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔علم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ اِنَّمَاالْعِلْمَ نُوْرٌ يَقْذِفُ فِي الْقَلْبِ.

(إحياء علوم الدين،سِيَرُ أعلام النُّبلاء:۳۲۳/۱۳،تفسیر ابن کثیر:۴۴۵/۵)

''کثرتِ روایت کا نام علم نہیں؛ بلکہ علم ایک نور ہے، جو قلب میں ڈالا جاتا ہے''۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ وَلَابِكَثْرَةِ الْمَقَالِ وَلٰكِنَّهٗ نُوْرٌ يَقْذِفُ فِي الْقَلْبِ يَفْهَمُ بِهِ الْعَبْدُ الْحَقَّ وَيُمَيِّزُ بِهٖ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَاطِلِ. (فضل علم السلف)

''کثرتِ روایت اور قیل وقال کا نام علم نہیں ؛ بلکہ علم ایک نور ہے، جو دل میں ڈالا جاتا ہے،جس کے ذریعہ بندہ حق کو سمجھ سکتا ہے اور حق وباطل میں امتیاز کرسکتا ہے''۔

اسی نور کی نسبت قرآن کریم میں فرمایا گیا:

قَدْجَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ، اور اسی کو روح بھی فرمایا گیا''وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ'' اور اسی کے متعلق دوسری جگہ فرمایا:''وَجَعَلْنَالَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ'' ''ہم نے علم کو ایک نور بنایا ہے،جس کے ذریعہ آپ لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں''،بس حقیقت میں اسی نور کا نام علم ہے۔(العلم والعلماء:۵۷)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مشہور اشعار ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ — فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِيْ — وَ نُوْرُ اللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ

(قيمة الزمن عند العلماء:١٨٦،بعناية سلمان بن عبد الفتاح)

ترجمہ:”میں نے اپنے استاذ امام وکیع علیہ الرحمہ سے سوءِ حافظہ (کند ذہنی) کی شکایت کی، توانہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی تاکید فرمائی، اور فرمایا کہ علم نورِ الٰہی ہے اور یہ نور نافرمان کو عطا نہیں ہوتا“۔(دعوات عبديت:٦٩/٢و٩٢/٦)

معلوم ہوا کہ علم نورِ الٰہی کا نام ہے، جو گنہگار کو حاصل نہیں ہوتا، اگر محض الفاظ دانی کا نام علم ہوتا، تو وہ معاصی کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے؛ بلکہ کفر کے ساتھ بھی۔(العلم والعلماء)

علم حقیقی اوراس کی علامات: علم حقیقی ورسمی کی علامات بیان کرتے ہوئے علامہ رومیؒ فرماتے ہیں:

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت   زنگ گمراہی زدل بزدایدت

ایں ہوس را ازسرت بروں کند   خوف وخشیت دردلت افزوں کند

ترجمہ: یعنی حقیقی علم وہ ہے جو تم کو سیدھی راہ دکھادے اور گمراہی کے زنگ کو تمہارے دل سے صاف کردے، یہ ہوائے نفسانی کو تمہارے اندر سے دور کردے اور خوف وخشیت تمہارے دل میں پیدا کردے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے موقوفاً روایت فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ،فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اِبْنِ آدَمَ.** (المصنف لابن أبي شيبة: ٨٢/٧، رقم: ٣٤٣٦١، نوادرالاصول:٣٠٣/٢،أمالي ابن بشران:١٥٣/٢،الزهد لابن المبارك:٢٩٥/١،العلم لابن عبد البر: ٣١٧/٢، مجلس املاء في رؤية اللّٰه تعالى:٢٦٥/١،الجزء للصفار،رقم:٤٤،المغني للعراقي:١٦/١،والدارمي ،وصاحب المشكوة،وصاحب العلل المتناهية،مرقاة المفاتيح:٣٣٤/١)

ترجمہ:”علم دوطرح کا ہے، ایک علم دل میں ہوتا ہے، یہی نفع بخش علم ہے اور

دوسرا علم زبان پر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر حجت ہے"۔

معلوم ہوا کہ حقیقی اور نافع علم وہ ہے جس سے اوّلاً قلب متأثر ہوتا ہے، پھر اس کا اثر اعضاء وجوارح پر ظاہر ہوتا ہے اور رسمی وغیر نافع علم وہ ہے جو محض زبان تک محدود رہتا ہے، اس کا اللہ کے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

حقیقی علم کا نور جب دل میں پیدا ہوتا ہے، تو اس کی روشنی میں چیزوں کی حقیقت اس طرح آشکارا ہوتی ہے، جیسے سورج کی روشنی کے سامنے سیاہ وسفید، علم کا یہ نور جب دل میں داخل ہوتا ہے، تو دل کی عجیب کیفیت ہوجاتی ہے، اس نور کے دل میں داخل ہونے کی علامت کو صاحبِ موافقات اس طرح بیان کرتے ہیں:

وَلٰكِنْ عَلَيْهِ عَلامَةٌ ظَاهِرَةٌ وَهُوَ التَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْإِنَابَةِ إِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ. (الموافقات في أصول الشريعة: ١٠٥/١، التمهيد: ٢٦٧/٤، مختصر المؤمل: ٣٢، ايقاظ الهمم: ٢٤)

علم نافع حاصل ہونے کی ایک کھلی علامت یہ ہے کہ آدمی کو دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے، جب یہ کیفیت پیدا ہوجائے تو سمجھ لو کہ اب علم نافع کا حصول ہو رہا ہے۔

علم نافع کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس کو حقیقی علم حاصل ہوتا ہے، اس کے علم وعمل اور قال وحال میں مطابقت ہوتی ہے، اس لیے کہ حقیقی عالم بے عمل ہو ہی نہیں سکتا، اور نہ علم صحیح بلا عمل قائم رہ سکتا ہے، علم صحیح اپنے حامل کو مقتضائے علم پر عمل کے لیے مجبور کردیتا ہے۔ (ترجمان السنة)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" کی تلاوت فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں، تو پوچھا

گیا سینہ کو کھولنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّ النُّوْرَ اِذَاقَذَفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ وَانْفَسَحَ.

"علم کا نور جب دل میں ڈالا جاتا ہے، تو سینہ اس کے لیے کھل جاتا ہے، سوال کیا گیا: اس کی کوئی علامت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةِ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادِ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ. (المستدرك على الصحيحين: ٤/٣١١، الدر المنثور: ٣/٤٤، موسوعة اطراف الحديث النبوي الشريف: ٣/١١١، احياء علوم الدين: ١/٧٧، اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم: ٤٢٤، في رحاب التفسير: ٢٢/٤٥٣٠، الجزء الثاني والعشرون)

"ہاں! دنیا سے دوری، آخرت کی طرف رجوع اور موت سے پہلے موت کی تیاری"۔

امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن کو حقیقی علم کی دولت سے نوازا جاتا ہے، ان میں پانچ طرح کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں، خوف وخشیت، خشوع، تواضع، حسن خلق اور زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی۔

علم رسمی اور اس کی علامات: علم رسمی کی علامات بتاتے ہوئے علامہ رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علم رسمی سر بسر قیل است وقال نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

"یعنی علم رسمی محض قیل وقال کا نام ہے کہ نہ تو اس سے کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے، نہ اس سے مذکورہ بالا صفات پیدا ہوتے ہیں۔

ایسا علم چاہے کتنا ہی حاصل ہو جائے اس سے کوئی فائدہ نہیں، یہ علم غیر نافع ہے جو انسان کے لیے وبالِ جان اور بڑی گمراہی وبربادی کا ذریعہ ہے۔

اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ اس علم سے پناہ مانگی ہے:
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ. ''اے اللہ! میں، علم غیر نافع سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

ایسے ہی علم کے متعلق حدیث میں فرمایا: وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ لَجَھْلاً. ''بعض علم جہالت ہے، یعنی علم ہوتے ہوئے جہالت ہے، روشنی ہوتے ہوئے اندھیرا ہے، اسی علم کی نسبت سورۂ جاثیہ میں فرمایا گیا:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّھْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. (سورة الجاثية)

''بھلا دیکھئے تو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا اور حاکم ٹھہرالیا، علم رکھنے کے باوجود خدا نے اس کو راہ سے بھٹکا دیا اور اس کے کان و دل پر مہر لگادی، اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اب اس کو خدا کے بعد کوئی ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے''۔

آیتِ بالا میں چند اہم فوائد بتائے گئے ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ جس طرح بے علمی گمراہی کا سبب بنتی ہے، اسی طرح کبھی علم بھی گمراہی کا سبب ہوجاتا ہے اور جو گمراہی علم کی راہ سے آتی ہے، اس کا نتیجہ انتہائی خطرناک ہوتا ہے، یہ گمراہی تاریکی کی گمراہی نہیں ؛ بلکہ روشنی کی گمراہی ہوتی ہے۔ (ترجمان السنة)

استاذِ محترم ومکرم سیدی وسندی ووسیلتی الی اللہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی دام اقبالہٗ، روحِ رواں دارالعلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور ایسے علم کے حاملین کو اپنی ایک خاص اصطلاح میں ''مولوی جاہل'' سے تعبیر فرماتے ہیں۔ (محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری)

انسانی شرافت وبرتری کا راز: اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام کائنات میں افضل واشرف بنایااور زمین میں اس کو اپنی خلافت کا تاج پہنایا،انسان کی اس افضلیت اور تکریم کاباعث اوراسے دیگر ذی شعور مخلوقات سے ممتاز کرنے والا جوہر ''علم'' ہے،اسی جوہر علم کی بناء پر انسان کو یہ اعزاز بخشا گیا،ورنہ دیگر اوصاف میں تو حیوانات بھی انسان کے شریک وسہیم ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں انسان علم ہی کی وجہ سے دوسرے حیوانات پر شرف رکھتا ہے نہ کہ قوت کی وجہ سے کہ قوت میں دوسرے جانور انسان سے بڑھے ہوئے ہیں اور نہ موٹاپے کی وجہ سے کہ ہاتھی موٹاپے میں زیادہ ہے اور نہ بہادری کی وجہ سے کہ درندہ انسان سے زیادہ بہادر ہوتا ہے اور نہ کھانے کی وجہ سے کہ کھانے میں بیل انسان سے بڑھ کر ہے اور نہ صحبت کی خواہش کی وجہ سے کہ چڑیا اس میں انسان سے آگے ہے،معلوم ہوا کہ صرف علم کی وجہ سے انسان یہ شرف رکھتا ہے،اور یہ علم صرف انسان ہی کو بخشا گیا۔

دنیا میں چار ذی شعور مخلوقات ہیں: انسان،ملائکہ،جنات اور حیوانات،ان میں انسان کے علاوہ کسی کو یہ علم عطا نہیں کیا گیا،اگر ان میں سے کسی کو کسی قدر نصیب ہوا تو انسان کے طفیل اور اس کے واسطے سے ہوا،اصل اس میں انسان ہی رہا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء نہ ہوتے،تو لوگ جانوروں کے مانند ہوتے؛ کیوں کہ تعلیم اور علم ہی کے ذریعہ حدِّ بہیمیت سے نکل کر حدِّ انسانیت کی طرف آتے ہیں۔(تحفة المتعلمین)

چنانچہ اوّلین انسان حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں پر جو فضیلت عطا کی گئی؛ حالانکہ طہر وتقدس،عصمت وعفاف اور عبادت وریاضت کیسی محبوب صفتیں ہیں،کتنی مطلوب صفتیں ہیں،

فرشتے ان صفتوں سے بدرجۂ اتم متصف ہیں، فرشتے اپنی جبلّت ہی میں نیک ہیں، شر کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے؛ لیکن اس کے باوجود فرشتوں جیسی برگزیدہ مخلوق پر ایک ایسی مخلوق کو فضیلت حاصل ہوگئی جس کی فطرت خیر کے ساتھ شر سے بھی آشنا ہے اور حکم دیا گیا کہ اس ظلوم وجہول مخلوق، آدم (انسان) کو، سجدہ کرو، تو اس فضیلت واعزاز کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ آدم کو ایک ایسی خصوصیت بخشی گئی ہے، جس سے فرشتے محروم ہیں، یہ خصوصیت تمام فضیلتوں پر بھاری اور آدم کو خلافتِ الٰہی کا حقدار بنانے والی ہے، وہ خصوصیت کیا ہے؟ علم! **وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔** (جامع بیان العلم)

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بادشاہِ مصر نے قید کیا، اور کئی سال جیل میں رہے، پھر یکا یک جو حالات پلٹے اور اس قدر آپ کا اعزاز واکرام ہوا کہ شاہِ مصر آپ کے فضل وکمال کا معترف ہوا اور آپؑ کا معتقد ہوا، شاہی خزانے آپ کے سپرد ہوئے، آپ کو جیل خانہ سے نکال کر مسند شاہی پر بٹھایا گیا، گیارہ بھائی اور والدین نے آپ کو تعظیمی سجدہ کیا....غور کیجیے، یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کونسی چیز اس کی محرک بنی؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی علم کا ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام علم "تعبیر خواب" سے واقف اور اس کے خوب ماہر تھے، اور بادشاہ کو اس کے خواب کی ایسی سچی اور دل لگتی تعبیر دی کہ بادشاہ بھی آپ کے علم وفضل کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشہور خطبے میں ارشاد فرمایا:

"آدمی اپنے علم وہنر سے ہی آدمی ہے، آدمی کا رتبہ اتنا ہی ہے، جتنا اس کا علم ہے، لہٰذا علم میں گفتگو کرو تا کہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں"۔

زید بن اسلمؒ سے آیت "**وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ**" کی تفسیر میں مروی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبوں میں کمی وبیشی ان کے علم کے لحاظ سے ہے۔

علامہ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التَّمْثِيْلِ اَكْفَاءُ ۔۔۔ اَبُوْهُمْ آدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

نَفْسٌ كَنَفْسٍ وَاَرْوَاحٌ مَشَاكَلَةٌ ۔۔۔ وَاَعْظُمٌ خُلِقَتْ فِيْهِمْ وَاَعْضَاءُ

مَاالْفَضْلُ اِلَّالِاَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ ۔۔۔ عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتُهْدِىَ اَدِلَّاءُ

یعنی صورت کے لحاظ سے تمام آدمی یکساں ہیں، باپ آدم اور ماں حواء ہیں، سب میں ایک ہی قسم کی جان ہے، روحیں بھی مشابہ ہیں، سب میں ہڈیاں ہیں اور اعضاء ہیں، ہاں! فضیلت ہے، تو صرف اہل علم کو ہے، وہی طالبانِ ہدایت کے راہ نما ہیں۔

علم کی عظمت اور اس کا مقام: اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی جو پہلا اعلان کیا وہ کیا تھا؟ ایک سے زیادہ اعلان ہوسکتے تھے، توحید کا اعلان، رسالت کا اعلان، عبادتِ الٰہی کا اعلان، مکارمِ اخلاق کا اعلان، انسانی حقوق کا اعلان، مگر اسلام کے اولین اعلان میں اس قسم کی کوئی بات نہ تھی، پھر اسلام کا اولین اعلان کیا تھا؟ محض علم کی برتری اور ضرورت کا اعلان تھا، اس لیے کہ اسلام کے پہلے اعلان کا پہلا لفظ جو دنیا نے سنا وہ "اقرأ" تھا۔ (جامع بیان العلم)

نبیِ اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت جن آیتوں میں بیان کیے گئے ہیں، ان میں بھی اسی علم و تعلیم کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا: "**يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**" اس میں تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تلاوت آیات قرآن، یعنی قرآن پڑھ کر اُمت کو سنانا، دوسرے ان کو ظاہری و باطنی ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک کرنا، تیسرے کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نبوت سے افضل کوئی چیز کسی کو

عطانہیں کی گئی، اور نبوت کے بعد علم وفقہ سے افضل کوئی چیز کسی کو عطانہیں ہوئی۔(تذکرۃ السامع والمتکلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار میں گئے، وہاں لوگوں کو اپنی تجارتوں میں اور خرید وفروخت میں مشغول پایا، تو فرمایا: تم لوگ یہاں ایسی چیزو ں میں مشغول ہو، حالانکہ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، یہ سن کر لوگ جلدی سے مسجد میں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اور ذکر و مذاکرہ کے حلقے لگے ہوئے ہیں اور علمی مجلسیں قائم ہیں، تو انہوں نے کہا: ابوہریرہ! میراث کہاں ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی حضور اقدس ﷺ کی میراث ہے، جو آپ کے ورثہ میں تقسیم ہو رہی ہے، اور حضور اقدس ﷺ کی میراث تمہاری دنیوی میراث نہیں ہے۔(الترغیب والترہیب)

کسی نے خوب کہا ہے:

اَلْعِلْمُ فِیْهِ حَیَاۃٌ لِلْقُلُوْبِ　　کَمَا تَحْیَا الْبِلَادُ اِذَا مَامَسَّهَا الْمَطَرُ

وَالْعِلْمُ یَجْلُو الْعَمٰی عَنْ قَلْبِ صَاحِبِهٖ　　کَمَا یُجْلِیْ سَوَادَ الظُّلْمَةِ الْقَمَرُ

یعنی دلوں کے لیے علم اسی طرح زندگی ہے، جس طرح مینہ سے زمین زندہ ہو جاتی ہے، علم کورے پن (اندھے پن) کو دل سے اسی طرح زائل کر دیتا ہے، جس طرح چاند سخت اور گھپ اندھیرے کو۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم وحکمت عزت دار آدمی کو اور زیادہ عزت بخشتا ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم مال سے سات طریقوں سے افضل ہے۔

(۱) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراثِ فراعنہ ہے۔ (۲) علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ (۳) مال محافظ کا محتاج ہے اور علم خود صاحبِ علم کی حفاظت کرتا ہے

۔(۴) آدمی کے مرنے کے بعد مال پیچھے رہ جاتا ہے اور علم قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے۔(۵) مال مؤمن وکافر دونوں کو ملتا ہے اور حقیقی علم صرف مؤمن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔(۶) دین کے معاملات میں سبھی لوگ عالم کے محتاج ہیں اور مال والے کا ہر شخص محتاج نہیں۔(۷) علم آدمی کو پل صراط پر گذرنے میں قوت بخشے گا اور مال بوجھل بنا دے گا۔

قوم عمالقہ سے جہاد کے لیے بنی اسرائیل کے اندر طالوت کو حکمراں اور بادشاہ بنایا گیا اور وجہِ فضیلت اور سببِ بادشاہت علم اور جسمانی قوت کو بیان کیا، پس فرمایا: "**وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ**" علم کو جسمانی قوت سے پہلے ذکر کیا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر سے کہا: **قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ.** (سورۂ یوسف:۵۵) "کہا کہ ملکی خزانے پر مجھے لگا دیجیے؛ کیوں کہ میں حفاظت کروں گا اور میں جانکار ہوں"۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا "**اِنِّیْ حَسِیْبٌ نَسِیْبٌ ،اِنِّیْ مَلِیْحٌ جَمِیْلٌ**" میں حسب ونسب والا ہوں، میں صبیح وملیح ہوں؛ بلکہ تذکرہ کیا تو اپنی علمی قابلیت کا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ملک اور حکومت کو مانگا اور اس طرح درخواست کی:

رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ. (سورۂ ص:۳۵)

"اے پروردگار! مجھے ایسی حکومت دے کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو"۔

چنانچہ بارگاہِ قدوس میں یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو ایسی عظیم بادشاہت ملی کہ جناتوں، دریاؤں، ہواؤں اور ہر قسم کے جانداروں پر حکومت کی، اس کے باوجود آپ نے اس حکومت پر فخر نہیں کیا؛ بلکہ حکومت کے مقابلہ میں آپ نے علم کو بڑی نعمت سمجھا، پس فرمایا: "**یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ**" اے لوگو! ہم کو پرندوں

کی بولی سمجھنے کی تعلیم دی گئی اور ہم کو (سامانِ سلطنت سے متعلق) ہر چیز دی گئی۔

سب سے زیادہ معزز اور مرتبے والا کون ہے؟ خلیفہ مامون کے دو فرزند امام فراء نحویؒ سے تعلیم پاتے تھے، ایک بار امام فراء مجلس سے اُٹھے، تو دونوں شہزادے جوتیاں سیدھی کرنے دوڑے، مگر دونوں کے ایک ساتھ پہنچنے پر جھگڑا ہو گیا کہ کون جوتیاں اٹھا کر لائے؟ یہاں تک دونوں ایک ایک جوتی اُٹھانے پر رضامند ہو گئے، تا کہ دونوں کو استاذ کی خدمت کا شرف ملے، خلیفہ مامون کو اس کی اطلاع ہو گئی، تو اس نے امام فراء کو دربار میں بلایا اور پوچھا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز اور مرتبے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے، تو مامون نے کہا: نہیں؛ بلکہ وہ شخص جس کے مجلس سے اُٹھنے پر اس کی جوتیاں سیدھی کرنے کو امیر المؤمنین کے لختِ جگر بھی جھگڑا کریں۔ (اخلاق العلماء)

زمین پر کوئی چیز علماء کی مجلس سے بہتر پیدا نہیں کی گئی: امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بندہ بعض مرتبہ گھر سے نکلتا ہے اور اس پر گناہوں کے پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں اور کسی مجلس میں علم کی بات سنتا ہے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا ہے، تو اپنے گھر کی طرف اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا؛ لہٰذا علماء کی مجلس سے الگ مت رہو، اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز زمین پر علماء کی مجلس سے بہتر پیدا نہیں کی۔ (اسلاف کی طالب علمانہ زندگی: ۲۷)

لوگوں کو علم سکھلانا جنت میں محل بنانا ہے: حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے جنازے اور نماز میں شرکت نہ کر سکنے پر عمر بھر افسوس کرتے رہے، ان کے کثرتِ افسوس کو دیکھ کر کسی نے کہا: ابو یوسف تو بادشاہ کے ندیموں میں سے تھے، دنیا دار تھے، آپ ان پر اتنا افسوس کیوں فرماتے ہیں؟ تو فرمایا: میں نے کل رات خواب دیکھا، گویا میں جنت میں داخل ہوا، پس میں نے ایک

محل دیکھا،تو میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ بتایا: امام ابو یوسف کا ہے، میں نے کہا سبحان اللہ! انہیں یہ کیسے ملا؟ جواب ملا کہ لوگوں کو علم سکھلانے اور ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔(مفتاح السعادة)

علم دین کو محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حاصل کرنا چاہیے: درسگاہِ نبوت کے ممتاز ترین طالب علم، سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ علم جس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہی جاتی ہے (یعنی دین اور کتاب وسنت کا علم) اگر اس کو کوئی شخص دنیا کی دولت کمانے کے لیے حاصل کرے، تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔(مسند أحمد، سنن ابی داوٗد، سنن ابن ماجة)

علم کو رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور غرض سے حاصل کرنا:

اور ایک روایت میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے علم دین اللہ کی رضا کے لیے نہیں؛ بلکہ غیر اللہ کے لیے (یعنی اپنی دنیوی اور نفسانی اغراض کے لیے) حاصل کیا، وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔(جامع الترمذی)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کسی حال میں یہ پسند نہ کرتے تھے کہ علماء دُنیا سے محبت کرنے لگیں، کیوں کہ ان کے خیال میں علماء کے لیے دُنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرے کا بدنما داغ ہے، اور جو عالم دنیا کی محبت میں گرفتار رہتا ہے، وہ دین کا چور ہے، اور فرمایا کہ جو سستی اور غفلت اُمورِ شرعی میں واقع ہوتی ہے وہ ان برے عالموں کی کم بختی اور ان کی نیتوں کے بگڑ جانے کے باعث ہوتی ہے۔(تاریخ ہند:۱٤۲)

لہٰذا علماء اور طلباء کو چاہیے کہ وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر علمِ دین حاصل کریں، اور علمی سرگرمیوں میں پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ لگے رہیں۔

علم پر عمل نہ کرنا موجبِ ہلاکت ہے: احادیث میں بے عمل، عالم کے لیے بھی بڑی سخت وعیدیں مروی ہیں؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم سے نفع نہیں پہنچا۔ (یعنی اس نے اپنی عملی زندگی کو علم کے تابع نہیں بنایا)۔(مسند ابی داوٗد، شعب الایمان، سنن سعید بن منصور)

علماء کو علم سے محروم کرنے والے اسباب: جب کوئی عالم دین دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے، اور علم کی برکتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت کعب احبارؓ سے ہوئی، تو عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ علم والے کون ہیں؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا: علم والے لوگ وہ ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن سلامؓ نے پوچھا کہ جاننے اور پہچاننے کے باوجود کیا بات علماء کو ان کے علم سے محروم کر دیتی ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا: لالچ، حرص، اور لوگوں سے اپنی ضرورتیں وابستہ کرنے سے علم رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ تمہارے دل میں جتنی دنیا کی محبت ہوگی، اسی کے بقدر آخرت کے اعمال کی حلاوت دل سے نکل جائے گی۔(جامع العلوم والحکم:۳۳۸)

علماء کی شان: مشہور مؤرخ اور مفسر حافظ ابن کثیر دمشقیؒ (متوفی:۷۷۴ھ) نے حضرت وہب بن منبّہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بڑے متدین عالم کو ایسے بادشاہ کے رُوبہ رُو پیش کیا گیا، جو لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا، جب وہ عالم بزرگ بادشاہ کے قریب پہنچے تو وہاں پولیس کے ایک افسر نے چپکے سے ان عالم صاحب سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ اپنے ہاتھ سے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے مجھے دیدیں، جب بادشاہ آپ سے خنزیر کھانے کو کہے گا، تو میں خنزیر کے گوشت کے بجائے یہی بکری کا حلال گوشت آپ کے سامنے رکھوا دوں گا، آپ تو حلال ہی گوشت کھائیں گے

،جب کہ بادشاہ اور دیکھنے والے لوگ اس مغالطہ میں رہیں گے کہ آپ خنزیر کا گوشت کھارہے ہیں،اس طرح آپ حرام سے بچ جائیں گے،اور آپ کی جان بخشی بھی ہوجائے گی۔چنانچہ ان عالم صاحب نے بکری کا بچہ ذبح کرواکر پولیس افسر کو دیدیا، پولیس افسر نے حسب وعدہ وہ بچہ شاہی خانساموں کے حوالے کردیا،اور انہیں تاکید کردی کہ جب بادشاہ ان عالم صاحب کو خنزیر کا گوشت پیش کرنے کا حکم دے تو ان کے سامنے اس بکری کے بچے کے گوشت کو رکھ دینا،اس کے بعد لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئے اور ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ان عالم صاحب نے خنزیر کا گوشت کھالیا تو ہم بھی کھالیں گے اور اگر وہ رک گئے تو ہم بھی رُک جائیں گے، پھر بادشاہ آیا،اس نے اپنے کارندوں کو خنزیر کا گوشت لوگوں کے سامنے رکھنے کا حکم دیا۔چنانچہ گوشت لایا گیا،اور خانسانوں نے عالم صاحب کے سامنے پولیس افسر کی ہدایت کے مطابق بکری کا حلال گوشت رکھا،اب یہ موقع بڑی نزاکت کا تھا،اللہ تعالیٰ نے عالم صاحب کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر چہ میں اس بکری کے گوشت کو کھا کر حرمت سے بچ جاؤں گا؛لیکن لوگوں کو اصل حقیقت معلوم نہیں ہے،وہ تو یہی سمجھیں گے کہ میں خنزیر کا گوشت کھارہاہوں اور میرے اس عمل کی وجہ سے جتنے لوگ بھی اس حرام کام میں مبتلا ہوں گے،ان سب کا وبال قیامت میں میرے سر ہوگا؛لہٰذا میں ایسا عمل ہرگز نہ کروں گا،خواہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں اور مجھے آگ میں جلادیا جائے،اور انہوں نے بادشاہ سے وہ گوشت کھانے سے صاف انکار کردیا،اس درمیان پولیس افسر سامنے سے بار بار اشارہ کرتا رہا کہ یہ تو بکری کا گوشت ہے،اسے آپ کھالیجیے؛لیکن آپ برابر انکار ہی کرتے رہے،بالآخر بادشاہ نے اسی پولیس افسر کو حکم دیا کہ انہیں لے جاکر قتل کردیا جائے،جب وہ پولیس افسر آپ کو لے جانے لگا،تو اس نے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ نے وہ گوشت بھی نہیں کھایا جو خود ذبح کر کے مجھے دیا تھا؟ کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟اس پر ان عالم صاحب نے جواب دیا کہ مجھے کامل یقین تھا کہ یہ گوشت میرے لیے حلال ہے؛لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ لوگ ناواقفیت میں میری اقتداء کریں گے،اور وہ صرف یہی سمجھیں گے کہ میں نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے اور بعد میں بھی یہی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے یہ گوشت کھایا تھا،اور انہیں حقیقت معلوم نہ ہوگی،خلاصہ یہ ہے کہ ان عالم صاحب نے قتل

ہونا گوارا کیا؛ لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا برداشت نہیں کیا، عالم کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ تہمت کی چیزوں سے بچتا رہے، اس لیے کہ اس کی غلطی کو بھی لوگ باعثِ تقلید سمجھ کر اس کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ (دعوتِ فکر و عمل: ۵۸)

علم اور اہل علم کی فضیلت
آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

اللہ رب العزت والجلال کا ارشاد ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾. (البقرۃ: ۱۵۱)

ترجمہ: جس طرح (ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا اسی طرح) ہم نے تم لوگوں میں ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا، جو تم ہی میں سے ہیں، وہ تم کو ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، تم کو نفس کی گندگی سے پاک کرتے ہیں، تم کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور اس قرآن کریم کی مراد اور اپنی سنت اور طریقہ کی (بھی) تعلیم دیتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾. (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: (اے نبی!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں، جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

﴿قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾.(آل عمران)

ترجمہ: گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم (علماء) نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔(بیان القرآن)

علامہ ابن قیم الجوزیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت علم اور اہل علم کی فضیلت پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہے: (۱) اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو انسانیت میں گواہ بنایا ہے اور دوسروں کو نہیں بنایا۔ (۲) ان کی شہادت (گواہی) کو اپنی شہادت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ (۳) اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کے ساتھ بھی ذکر فرمایا۔ (۴) یہ دلالت ہے ان (اہل علم) کی پاکیزگی اور عدالت پر؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ (عادل ہیں اور) عادل ہی کو گواہ بناتے ہیں۔ (۵) ان کی تعریف کی (صفت) علم کے ساتھ، اور یہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ لوگ علم کے ساتھ خاص ہیں اور علم کے ساتھی ہیں۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے پہلے خود گواہی دی، جو بہت بڑے اور بہت خوب شاہد ہیں، پھر مخلوق کے بہترین اصحاب یعنی فرشتوں اور علماء کو ذکر فرمایا اور یہ علم کی فضیلت اور شرافت کے لیے بہت بڑی چیز ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ نے گواہ بنایا علماء کو ایک بڑی اہم چیز پر، اور وہ یہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، اور بڑی ہستی کسی بڑی چیز پر بڑوں ہی کو گواہ بناتی ہے، لہٰذا دیگر عام مخلوق پر علماء کی فضیلت اور قیادت وسیادت ثابت ہوئی۔(اتحاف السادۃ المتقین: ۶۷/۱)

ربِ کائنات کا ارشاد ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾.(طٰہٰ: ۱۱۴)

ترجمہ: (اے نبی!) آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرا علم بڑھادیجئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا، وَقَالَا الْحَمْدُ

لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾. (النمل:۱۵)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا اور اس پر ان دونوں نبیوں نے کہا کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جنہوں نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾. (العنکبوت:۴۳)

ترجمہ: اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، (لیکن) انہیں علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾. (فاطر:۲۸)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ سے ان کے وہی بندے ڈرتے ہیں، جو (ان کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾. (الزمر:۹) ترجمہ: (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾. (المجادلة:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے یہ کہا جائے کہ مجلسوں میں دوسروں کے بیٹھنے کے لیے گنجائش کر دو تو تم آنے والے کو جگہ دے دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں کھلی جگہ دیں گے۔ اور جب کسی ضرورت کی وجہ سے تمہیں کہا جائے کہ مجلس سے اُٹھ جاؤ تو اٹھ

جایا کرو، اللہ تعالیٰ (اس حکم کو اسی طرح دوسرے احکامات کو، ماننے کی وجہ سے) تم میں سے ایمان والوں کے، اور جنہیں علم (علم دین) دیا گیا ہے ان کے درجے بلند کریں گے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں۔

ترجمان القرآن الکریم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علماء کے درجے (عام) مؤمنین سے سات سو (۷۰۰) گنا زیادہ ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان پانچ سو (۵۰۰) سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (احیاء علوم الدین: ۱/۶۸)

علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اہل علم کی تعظیم ثابت ہوتی ہے اور عام مؤمنین سے اہل علم ایمان والوں کو بذریعۂ عطف الگ بیان کرنا، گویا کہ یہ دوسری جنس ہے، اس سے علماء کا عظیم الشان مقام واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: **مَا خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعُلَمَاءَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ مَا خَصَّهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ.** یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی جو خصوصیت بیان فرمائی ہے، ایسی خصوصیت پورے قرآن میں نہیں بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ**﴾. (البقرۃ: ۴۲) ترجمہ: اور سچ میں جھوٹ کو مت ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو (یعنی شرعی احکام کو) نہ چھپاؤ، جبکہ تم جانتے ہو (یعنی علم رکھتے ہو)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ**﴾. (البقرۃ: ۴۴) ترجمہ: کیا (غضب ہے کہ) تم، لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنی خبر بھی نہیں لیتے؛ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو (جس کا

تقاضا یہ تھا کہ تم علم پر عمل کرتے) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ﴾ .(ھود:۸۸) ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (اور میں جس طرح ان باتوں کی تم کو تعلیم کرتا ہوں، خود بھی تو اس پر عمل کرتا ہوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمھیں منع کروں میں خود اسے کروں۔

ربِّ کائنات کا فرمان ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. (الرحمن: ۱،۴)

ترجمہ: اللہ رحمٰن نے قرآن سکھلایا، آدمی کو پیدا کیا اس کو بولنا اور بات کرنا سکھلایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے؛ مگر سب سے پہلے علم قرآن کو بیان کیا، اس کے بعد انسانی تخلیق پر بحث کی ہے، جب کہ عقلی تقاضا یہ ہے کہ پہلے تخلیق کا ذکر ہو، پھر علم کا، مگر علم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا اور صرف تخلیق انسانی سے پہلے ہی نہیں؛ بلکہ کائنات کی تمام نعمتوں سے پہلے علم کو بیان کر کے یہ بتا دیا کہ علم ہی ایک ایسی نعمت اور عطیۂ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نعمتوں سے بڑھی ہوئی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

ارشادِ ربانی ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. (البقرة:.....) ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں علم وحکمت کی دولت عطا کرتے ہیں اور جسے یہ دولت مل گئی، اسے خیر کثیر مل گئی۔

مزید کے لیے احقر کی کتاب "تحفة المتعلم" کا مطالعہ وملاحظہ کیجیے۔

علم اور اہلِ علم

کے فضائل ومناقب پر مختصر چہل حدیث

علم واہل علم کے فضائل ومناقب پر مشتمل مذکورہ بالا احادیث پاک کے علاوہ علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری علیہ الرحمہ (متوفی ۹۷۵ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "**کنز العمال**" کی دسویں جلد میں علم دین، اور اہل علم حضرات کے فضائل پر سینکڑوں احادیث درج کی ہیں، ہم ان میں سے چالیس احادیث کے ترجمہ کا ذخیرہ مع حوالجات وذکرِ رُواۃ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ہماری کتاب "**تحفة المتعلم**" ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بے شک علم حاصل کرنے والوں کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے، حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ (جامع بیان العلم)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی علم کی طلب وتلاش کرنا، پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے اور ایک دن علم کی تلاش وطلب کرنا تین ماہ کے روزوں سے بہتر ہے۔ (مسند الفردوس للدیلمی)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم، اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے اور جس نے علم سیکھا (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کا اجر وثواب پورا کرے گا اور جو (علم) سیکھ کر (اس پر) عمل کرے گا (تو) اسے (وہ) سکھائے گا جو وہ نہیں جانتا۔ (رواہ ابو الشیخ)

(۴) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم، میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) کی میراث ہے۔(مسند الفردوس)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔(جامع بیان العلم وفضله)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالم علم اور عمل جنت میں ہیں، پس جب عالم اس (علم) پر عمل نہیں کرے گا، جسے وہ جانتا ہے (تو) علم اور عمل جنت میں ہوں گے اور عالم (جہنم کی) آگ میں ہوگا۔(مسند الفردوس)

(۷) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء، انبیاء کرام (علیہم السلام) کے جانشین ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں قیامت تک ان کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں، جب وہ فوت ہو جاتے ہیں۔(رواه ابن النجار)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو، کسی نے عرض کیا: جنت کے باغات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: علم کی مجالس۔(المعجم الكبير للطبراني)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ایسا راستہ چلے (سفر کرے) جس میں وہ علم کی طلب کرے (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔(سنن الترمذی)

(۱۰) حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس

نے علم کی طلب وتلاش کی، (تو) وہ تلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوگی۔(سنن الترمذی)

(۱۱) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کی تلاش کی (یعنی علم حاصل کرنے کے لیے نکلا) تو وہ اللہ کے راستے میں ہے، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔(حلیة الأولیاء)

(۱۲) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (کسی کو) علم سکھایا تو اس کے لیے اس کا اجر وثواب ہے، جو اس پر عمل کرے (اور) عمل کرنے والے کے اجر وثواب میں (بھی) کوئی کمی نہیں ہوگی۔(سنن ابن ماجة)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ، حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین میں فقیہ اور علم شریعت کا ماہر بنا دیتے ہیں۔(مسند احمد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجة)

(۱۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح وشام جائے اس حال میں کہ وہ اپنا دین سکھانے میں (مصروف) ہو، تو وہ جنت میں ہے۔(حلیة الأولیاء)

(۱۵) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طالب علم کے (ادب واحترام) کے لیے فرشتے اپنے پروں کو رکھ دیتے ہیں (یعنی پرواز بند کر کے ادباً کھڑے ہو جاتے ہیں) اس چیز کی رضا کے لیے جو وہ طلب کر رہا ہے۔(تاریخ ابن عساکر)

(۱۶) حضرت حسان بن سنان علیہ الرحمہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا متلاشی (تلاش وطلب کرنے والا) جاہلوں کے درمیان ایسا ہے، جیسا

مُردوں کے درمیان زندہ۔(رواه العسكري في الصحابة،وابو موسى فى الذيل)

(١٧) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: تو صبح کر اس حال میں کہ عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے (دین کی باتیں) سننے والا یا محبت کرنے والا (عالم دین سے علم کی وجہ سے) اور تو پانچواں نہ ہونا (یعنی علم اور اہل علم سے بغض ودشمنی رکھنے والا) ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔(مسندُ البزار،المعجم الأوسط للطبراني)

(١٨) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے حتی کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو بھلائی (کی باتیں) سکھانے والے (عالم شخص) کے لیے استغفار کرتی ہیں۔(رواه الطبرانى فى الكبير،والضياء المقدسى فى فضائل الاعمال)

(١٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس دل میں حکمت ودانائی سے کچھ نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے، پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین میں) سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتے۔(رواه ابن السني)

(٢٠) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: علماء کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔(مسند الفردوس)

(٢١) حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: عالم کی دو رکعت (نماز پڑھنا) غیر عالم کی ستر رکعت (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔(رواه ابن النجار)

(٢٢) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: مؤمن عالم کو مؤمن عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ)

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھوڑا عمل (بھی) علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہالت کے ساتھ فائدہ نہیں دیتا۔(مسند الفردوس)

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔(رواہ الدیلمی فی المسند)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اُمت کو ایک حدیث پہنچائی، تا کہ اس کے ذریعہ سنت کو قائم کیا جائے یا بدعت کو ختم کیا جائے، تو وہ جنت میں ہے۔(حلیۃ الأولیاء)

(۲۶) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے قدم اُٹھائے، اس کے قدم اُٹھانے سے پہلے اس کے (گناہوں کو) معاف کر دیا جاتا ہے۔(رواہ الشیرازی)

(۲۷) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری اُمت کے نفع کیلئے اُن کے دینی اُمور سے متعلق چالیس (۴۰) احادیث (لکھ کر یا یاد کر کے) محفوظ کیں، اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ (عالم) اُٹھائے گا، اور میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گے۔(مشکوۃ المصابیح)

(۲۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت یا علم (دین) کا ایک باب سکھایا، تو اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر وثواب بڑھائے گا۔(رواہ ابن عساکر)

(۲۹) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے۔ (رواہ الحاکم فی التاریخ)

(۳۰) حضرت ابان سیدنا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کا ایک باب حاصل کیا، تاکہ اس کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح کرے یا اپنے بعد والے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ریگستان کی ریت کے برابر اجر لکھتا ہے۔ (رواہ ابن عساکر)

(۳۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو علم کی طلب میں ہے (تو) جنت اس کی طلب میں ہے اور جو معصیت کی طلب میں ہے (تو جہنم کی) آگ اس کی طلب میں ہے۔ (رواہ ابن النجار)

(۳۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تو علم کا ایک باب سیکھے گا (تو وہ) تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور جب تو وہ علم لوگوں کو سکھائے گا، اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تو وہ تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز سے بہتر ہے۔ (مسند الفردوس)

(۳۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دو حدیثیں سیکھیں، اور وہ ان کے ذریعہ اپنی جان کو نفع پہنچاتا ہے (یعنی ان پر عمل کرتا ہے) یا اپنے علاوہ کسی کو دو حدیثیں سکھاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (رواہ الدیلمی فی المسند)

(۳۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشادفرمایا: جس شخص نے ایک لفظ (کلمہ) یا دوتین یا چار یا پانچ الفاظ (کلمے) اس چیز کے سیکھے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے فرض کیا، پھران کا علم رکھا اور انہیں سکھایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(رواہ ابن النجار)

(۳۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب تم علم سیکھو تو لوگوں کو سکھاؤ اور جب تم فرائض سیکھو تو اور لوگوں کو سکھاؤ۔(رواہ الدارقطنی)

(۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے کوئی شخص مگر اس کے دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں، پس جب وہ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں (اے شخص!) صبح کر اس حال میں کہ تو عالم یا متعلم ہو اور تو تیسرا نہ ہو (یعنی ان سے بغض وعناد رکھنے والا نہ ہو)۔(حلیة الاولیاء)

(۳۷) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا :حضرت حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! تو علماء کی مجالس کو لازم کر اور حکماء کا کلام غور سے سن؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے ،جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔(المعجم الکبیر)

(۳۸) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: بے شک افضل ہدیہ یا افضل عطیہ کلام حکمت کا کلمہ ہے، بندہ اسے سنتا ہے پھر اسے سیکھتا ہے، اس کے بعد اسے اپنے بھائی کو سکھاتا ہے، تو یہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(رواہ ابن عساکر)

(۳۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: حکمت

کی بات جسے آدمی سنتا ہے وہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علمی مذاکرہ کے وقت ایک ساعت کے لیے بیٹھنا ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔(مسند الفردوس)

(۴۰) راویٔ اسلام سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے اور اسلام کا ستون دین میں تفقہ (سمجھ پیدا کرنا) ہے، اور ضرور ایک فقیہ (احکامِ شرعیہ کا تفصیلی علم رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(رواہ ابن عدی فی الکامل)

علم اور اہلِ علم کے مزید فضائل ومناقب، احکام ومسائل، حقوق وآداب، اصول وقواعد اور اسلاف واخلاف کے دورِ طالب علمی کے مستند ومحقق واقعات وحالات پر سیر حاصل بحث دیکھنے کے لیے ہماری کتاب "تحفة المتعلم" کا مطالعہ ایک بار ضرور کیجیے، ان شاء اللہ تسکین الصدور وقرۃ العیون ثابت ہوگا۔(محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری)

علم وعلماء کی فضیلت پر

اقوالِ علماء وسلف صالحین

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کے عظیم الشان ہونے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ جو اس میں کمال نہیں رکھتا وہ بھی اس کا دعویدار رہے اور اپنی طرف علم کی نسبت سے خوش ہوتا ہے اور جہالت کی مذمت میں یہی ایک بات کافی ہے کہ خود جاہل شخص اس سے برأت (یعنی بری ہونے) کا اظہار کرتا ہے۔(بیان العلم وفضلہ :۲۹۵، تذکرۃ السامع:۲۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علم سیکھو؛ کیونکہ علم کا سیکھنا خشیت ہے اور اس

کی طلب عبادت ہے،اس کا تکرار تسبیح ہے،اس کے بارے میں بحث کرنا جہاد ہے،اور اس کا صرف کرنا قربت ہے اور نادانوں کو سکھانا صدقہ ہے۔(أخرجه ابن عبد البر في الجامع:٢٦٨)

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں کہ بہترین نعمت عقل اور بدترین مصیبت جہالت ہے۔(تذکرة السامع :٢١،مطبوعه دارالكتب العلمية)

اور اسی معنی میں بعض اہل علم کے یہ اشعار بھی ہیں:

ما وهب الله لامرئ هبة　　　　أجمل من عقله ومن أدبه

هما جمال الفتى فإن فقدا　　　　ففقده للحياة أشبه به

(تذكرة السامع:٢١،ح:٤)

شیخ ابو مسلم خولانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علماء زمین پر ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے کہ جب نمودار ہوں تو لوگ اس کی روشنی میں راہ پاتے ہیں اور جب چھپ جائیں تو لوگ سرگرداں ہوتے ہیں۔(تذکرة السامع والمتكلم:٢١،درس وتدریس کے آداب:٢٨)

امام ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں،اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔(تذكرة السامع والمتكلم:٢١)

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کی برکت سے خسیس (بے حیثیت) آدمی، باشرف، بے قدر انسان باعزت، نادار شخص، مالدار اور بے وقعت، باوجاہت ہوجاتا ہے۔(جامع بيان العلم وفضله :٢٦٨،تذكرة السامع والمتكلم:٢١)

حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم سکھانے والے عالم کا آسمانوں میں بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔(تذكرة السامع والمتكلم:٢٢)

حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ رکھنے والے انبیاء اور علماء ہیں۔

(تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲،درس وتدریس کے آداب:۲۹)

نیز آپؒ نے فرمایا کہ دنیا میں کسی کو نبوت سے زیادہ افضل چیز نہیں دی گئی،اور نہ ہی نبوت کے بعد علم وفقہ سے زیادہ افضل اور اعلیٰ چیز کسی کو عطا ہوئی،کسی نے عرض کیا کہ یہ علم وفقہ کن سے حاصل کیا جائے؟فرمایا کہ تمام فقہاء کرام سے حاصل کرو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ:۱۱۰،تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱)

حضرت سہل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ انبیاء کی مجالس کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ علماء کی مجالس کو دیکھ لے،اس بات سے ان کے مرتبہ کا اندازہ لگالو۔

(تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲)

مگر عزیزانِ من! آج کل عوام وخواص کے حالات بہت زیادہ ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں بعض مجالس بظاہر صالح معلوم ہوتی ہیں،مگر جب ان کو قریب سے دیکھا جائے،ان میں شریک ہوا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام مجلس شر اور اعمالِ شر سے لبریز ہے۔**اللّٰھم احفظنا**.

اس لیے اچھی طرح تحقیق وتفتیش کر لی جائے۔اور صالح علماء ومشائخ،شریعت وسنت کے پابند بزرگانِ دین کی تلاش کی جائے اور ان کی مجالست کو لازم پکڑ لے۔ہر کس وناکس کا صرف جبہ اور قبہ دیکھ کر اندھی عقیدت وتقلید میں مبتلا ہو جانا بجائے صلاح وفلاح کے ضلالت وگمراہی کا ذریعہ ہو جائے گا۔

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر عمل کرنے والے فقہاء(علماء)

اللہ کے اولیاء نہیں تو پھر اللہ کا کوئی بھی ولی نہیں ہے۔(حلیۃ الاولیاء:۳/۳٦٥تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فقہ کی مجلس (میں بیٹھنا) ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(کنز العمال:۵/۲۰۸،جامع بیان العلم وفضلہ:۱۱۰تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲)

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرائض کے بعد علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں ہے۔(الحلیۃ لأبي نعیم الأصفہاني:۳/۳٦٥تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱درس وتدریس کے آداب:۲۹)

حضرت اقدس امام ابن شہاب زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقہ کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲،جامع بیان العلم وفضلہ:۱۱۰،حلیۃ الاولیاء:۳/۳٦٥)

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہمیں نفل نماز کی ایک ہزار رکعت پڑھنے سے زیادہ پسند ہے اور علم کا ایک باب جاننا (اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے) ہمیں نفل نماز کی سو رکعت سے زیادہ پسند ہے۔(کنز لعمال:۵/۲۰۷، کتاب لعلم لابن عبد لبر:۱۸)

مذکورہ فضائل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے علم کے ساتھ مشغول ہونا نفلی اور بدنی عبادات سے افضل ہے، جیسے نفل نماز پڑھنا، روزے رکھنا، تسبیح اور دعا وغیرہ کرنا۔ اس لیے کہ علم کا نفع عام ہے، سب کو پہنچتا ہے، خود صاحبِ علم کو بھی اس کا نفع ہوتا ہے، جبکہ نفلی عبادات کا نفع صرف عبادت گزار تک محدود رہتا ہے، نیز علم سے ہی عبادات کی اصلاح ودرستگی وابستہ ہے یعنی عبادات کی درستگی علم پر موقوف ہے، جب کہ خود علم عبادات پر موقوف نہیں ہے، عبادات، علم کی محتاج ہیں، علم عبادات کا محتاج نہیں ہے، نیز اس لیے کہ علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں جب کہ یہ مرتبہ عابدین (صوفیاء) کو حاصل نہیں ہے، نیز اس لیے کہ عالمِ دین کی اطاعت دوسرے پر واجب ہے اور علم کا اثر صاحبِ علم کی وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے جبکہ نفلی عبادات کا سلسلہ عابد

کی موت سے منقطع ہو جاتا ہے، نیز علم کی بقاء میں شریعت کا احیاء اور آثارِ ملت کا تحفظ وابستہ ہے۔

علماء اور طلباء کے لیے ایک اہم تنبیہ: مگر یاد رکھیں کہ علم اور صاحبِ علم کے جو فضائل سابق میں مذکور ہوئے یا آئندہ اوراق میں ہوں گے وہ صرف نیک، متقی، پرہیزگار، عمل کرنے والے علماء کے متعلق ہیں جن کا حصولِ علم سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور جنتِ نعیم میں اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ان فضائل کا تعلق ایسے لوگوں سے نہیں ہے، جن کا حصولِ علم سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی بجائے دنیاوی اغراض یا مال وجاہ کا حصول یا مریدین اور طلباء کی کثرت، عوام میں شہرت یا کوئی اور بری نیت ہو۔ "ایسی بری نیتوں سے علم حاصل کرنے والوں کے لیے تو بڑی سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "تحفة المتعلم" میں "تحصیلِ علم میں تصحیح نیت کا خاص خیال رکھیں" کے عنوان سے اس پر خاص طور سے توجہ دلائی ہے۔

علم اور اہلِ علم

کے فضائل ومناقب پر چند قیمتی اشعار

علم نحو میں ابن حاجب علیہ الرحمہ کی کتاب "کافیہ" کی لاثانی شرح ، الفوائد الضیائیہ یعنی شرحِ جامی وغیرہ کے حواشی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب علم کی فضیلت پر مشتمل مندرجہ ذیل اشعار تحریر کیے گئے ہیں:

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْأَعْدَاءِ مَالٌ

فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ وَإِنَّ الْعِلْمَ يَبْقٰى لَا يَزَالُ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہم دل وجان سے خوش ہیں، کہ ہمارے لیے علم ہے اور ہمارے دشمنوں (جاہلوں یا دنیاداروں) کے لیے مال ہو؛ کیونکہ مال تو عنقریب ختم ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا"۔

کیونکہ علم نافع کے ذریعہ سے آدمی متقی، پرہیزگار بن جاتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ باقی رہتی ہے

اور مرنے کے بعد بھی فنا نہیں ہوتی؛ چنانچہ علامہ شیخ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

اَلْجَاهِلُوْنَ فَمَوْتٰى قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَالْعَالِمُوْنَ وَاِنْ مَاتُوْا فَأَحْيَاءُ

ترجمہ: جاہل تو موت سے پہلے ہی مرجاتا ہے اور عالم موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

شیخ الاسلام برہان الدین علیہ الرحمہ کے اشعار ہیں:

وَفِي الْجَهْلِ قَبْلَ الْمَوْتِ مَوْتٌ لِاَهْلِهٖ فَاَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُ

ترجمہ: جاہل کی زندگی بھی گویا کہ موت ہے، ان کے جسم قبروں میں جانے سے پہلے ہی گویا کہ قبر ہیں، (روحوں کے لیے)۔

وَاِنَّ امْرَأً لَمْ يُحْيَ بِالْعِلْمِ مَيِّتٌ فَلَيْسَ لَهٗ حِيْنَ النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

ترجمہ: اور جس شخص نے علم کی وجہ سے حیات نہیں پائی اس کا جینا بھی موت سے کچھ کم نہیں ہے، قیامت کے دن جب علماء قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ آدمی علماء کے ساتھ نہیں ہوگا۔(تعلیم المتعلم:۳۷)

کسی شاعر نے کہا ہے:

ذُو الْعِلْمِ حَيٌّ خَالِدٌ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَاَوْصَالُهٗ تَحْتَ التُّرَابِ رَمِيْمُ

ترجمہ: صاحبِ علم آدمی موت کے بعد بھی زندہ و باقی رہتا ہے۔ اگر چہ موت کے بعد اس کے جسم کے ریزے ریزے ہو جاتے ہیں۔

وَذُو الْجَهْلِ مَيِّتٌ وَهُوَ يَمْشِيْ عَلَى الثَّرٰى يُظَنُّ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَهُوَ عَدِيْمُ

ترجمہ: اور جاہل مردہ ہے، اگر چہ وہ زمین پر چل رہا ہو، اور وہ اپنے کو زندوں میں سمجھتا ہے؛ لیکن وہ لاشی محض ہے۔ (تعلیم المتعلم: ۳۸)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

يَمُوْتُ قَوْمٌ فَيُحْيِي الْعِلْمُ ذِكْرَهَا   وَالْجَهْلُ يلحق احياء بأموات

(المقدمة على كتاب "الشيخ عبد الفتاح أبوغدة في ضوء تاليفاته وتحقيقاته":٢٤)

ترجمہ: بہت سی قومیں مردہ ہوجاتی ہیں، لیکن ان کا علم ان کے ذکر وتذکرہ کو زندہ رکھتا ہے، اور جہالت تو ایسی بلا ہے کہ جیتے جی ہی (جاہل شخص) مردوں (کی طرح ان) کی فہرست میں شمار ہوتا ہے (یعنی جاہل شخص کو کون جانتا ہے، اس کا تذکرہ کون کرتا ہے؟)۔

ایک صاحبِ دل کہتا ہے:

حَيَاةُ الْقَلْبِ عِلْمٌ فَاغْتَنِمْهُ   وَمَوْتُ الْقَلْبِ جَهْلٌ فَاجْتَنِبْهُ

ترجمہ: زندہ دلی علم ہے، اس کو غنیمت سمجھو۔ اور مردہ دلی جہالت ہے، اس سے احتیاط کرو!

اور ایک صاحبِ دردوسوز کہتا ہے:

اَلْعِلْمُ تَاجٌ لِلْفَتٰى   وَالْعَقْلُ طَوْقٌ مِنْ ذَهَبٍ
وَالْعِلْمُ نُوْرٌ يَلْتَظِى   وَالْجَهْلُ نَارٌ تَلْتَهِبُ

ترجمہ: علم نوجوان کا تاج ہے اور عقل سونے کا طوق ہے۔ علم ایک روشنی ہے، جو پھیلتی ہے اور جہالت ایک آگ ہے جو بھڑکتی ہے۔

تعلیم المتعلم میں علم وعلماء کے فضائل پر ایک خوبصورت منقبت بھی ہے، افادۂ عام کی غرض سے اختصار کے پیش نظر ہم صرف اس کے ترجمہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس کے دل میں اصل عربی اشعار دیکھنے کا داعیہ ہو وہ مذکورہ کتاب حاصل کر کے دیکھ لے۔

یادرکھو! علم تمام مرتبوں میں سب سے اونچا مرتبہ ہے، علم کے بغیر بلندی کا مرتبہ چلتا پھرتا (معمولی) بے ثبات (ناپائیدار) ہے۔ (یعنی جماعتوں کی سربراہی کی عزت علم کی عزت

سے کم تر ہے)۔اہلِ علم کی عزت دو چند ہوتی رہتی ہے، اور جاہل مرنے کے بعد مٹی کے نیچے ہوتا ہے ۔دور رہو! علماء کے مرتبہ کو وہ شخص بھی نہ پا سکا جو فوجیوں کے سربراہ اور ملک کے بادشاہ کے مرتبے کو پہنچا ۔میں آپ سے علم کے بعض فضائل بیان کیے دیتا ہوں، غور سے سنو! تمام خوبیوں کے بیان سے میں عاجز ہوں۔(علم) وہ نور ہی نور ہے جو تاریکیوں کو دور کر کے راہ دکھلاتا ہے۔ جاہل و نادان عرصہ دراز تک سخت تاریکیوں میں رہتا ہے۔ علم ایک بلند چوٹی ہے جو اس شخص کی حفاظت کرتا ہے جو اس کی پناہ لے وہ سختیوں میں اطمینان و سکون سے ہوتا ہے۔ علم ہی کے ذریعے نجات حاصل کی جاتی ہے، جبکہ لوگ اپنی غفلتوں میں ہوتے ہیں۔ اسی کے ذریعہ اُمید کی جاتی ہے جبکہ روح سینوں میں ہوتی ہے۔ حصولِ علم ہی کے ذریعے انسان اس شخص کی سفارش کرتا ہے جو گنہگار برے انجام جہنم کی تہ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ جس شخص نے حصولِ علم کا ارادہ کیا اس نے تمام مرتبوں کا ارادہ کیا اور جس شخص نے علم کا احاطہ کیا اس نے گویا تمام مقاصد کا احاطہ کر لیا۔ اے عقلمند! علم ہی سب سے اونچا منصب ہے، جب تم اس کو پا لوگے تو دیگر تمام مناصب کے نہ حاصل ہونے کو ہیچ سمجھو! اگر تم کو دنیا اور دنیا کا راغ وروغن حاصل نہ ہو تو چشم پوشی کرو؛ کیونکہ علم بہترین عطیہ ہے۔(شرح تعلیم المتعلم طریق التعلم: ۱۰۱)

اختصار کے پیشِ نظر ہم اس رسالہ کو انہیں چند اضافات پر ختم کرتے ہیں، مزید کے لیے احقر کی اس موضوع پر تفصیلی کتاب **"تحفة المتعلم"** کا مطالعہ کیجیے، بارگاہِ اُلوہیت میں دست بہ دعا ہوں کہ یہ حقیر سی کوشش امت کے لیے نفع بخش ثابت ہو، **وماتوفیقی الاباللہ**۔

راقم الحروف: محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

مُعَلِّمُ الصِّبْیَان، خورشید منزل، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

۱۲/شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ، مطابق ۷/اپریل ۲۰۲۰ء، بروز سہ شنبہ، در لاک ڈاؤن، بتوہم کورونا وائرس

DEENI TALEEM KI AHMIYAT

محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی کی اہم تصانیف
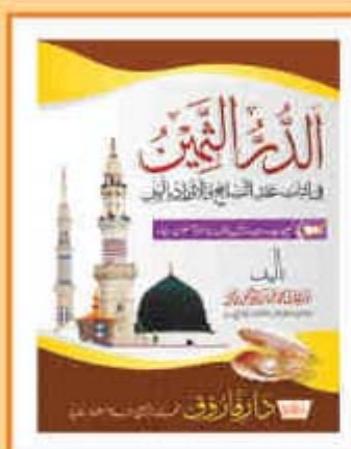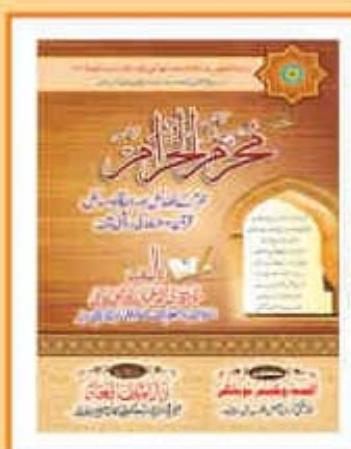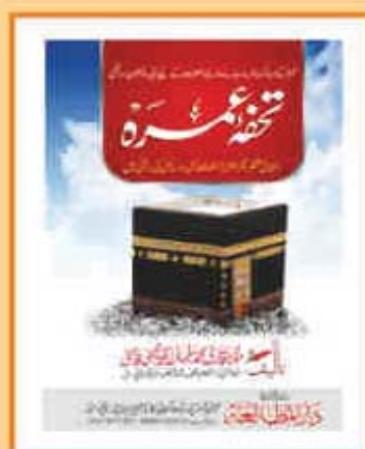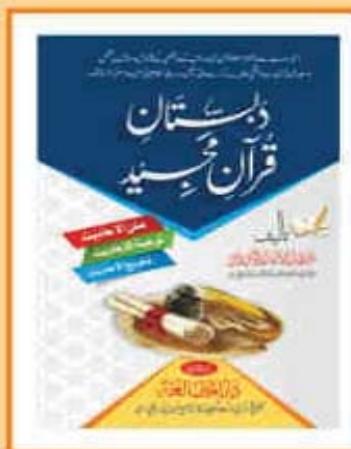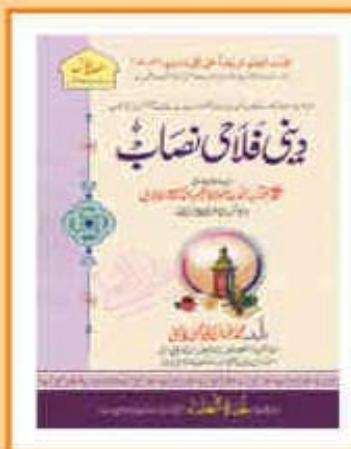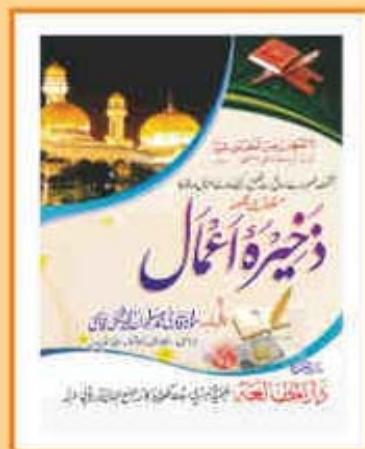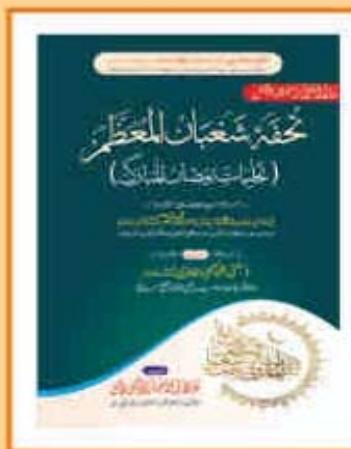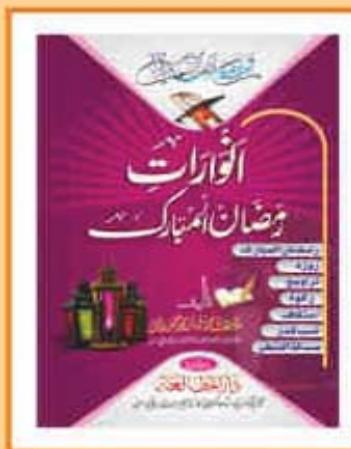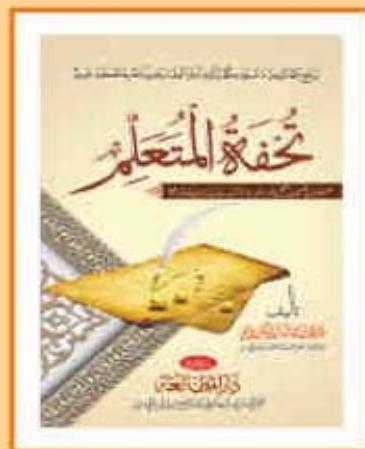
Published By

DAR-UL-MUTALA

Naimiya Library, Buddha Kera Katla, Distt. Saharanpur-247001 (U.P.) INDIA

Mob. 9084150312